كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

خدمات کے آئینے میں

نقوشِ حیات

بیاد

جنابِ سید صادق علی نقوی مرحوم

مرتبہ

ناظم حسینی

صاحبِ بیاض انجمن تبلیغِ امامیہ (رجسٹرڈ)

پیشکش

برجیس نقوی

صاحبِ بیاض تبلیغ امامیہ خواتین

۱۲/۸-۱ اے، ایریا سندھی ہوٹل، لیاقت آباد کراچی

شکرگذار

سید ناطق علی نقوی — سید راشد علی نقوی

سید غلام مصطفےٰ نقوی و برادران

منیجر الائیڈ بینک لمیٹڈ انچولی برانچ

نقوشِ حیات

سید صادق علی نقوی مرحوم

(المعروف سید صاحب)

شائع کردہ

اہل خانہ (سید صادق علی نقوی مرحوم)

کتاب : نقوش حیات (سید صادق علی نقوی مرحوم)

سن اشاعت : اگست ۱۹۹۹ء

پیش کش : برجیس نقوی

مرتبہ : ناظم حسین

کمپوزنگ : میر اکبر علی۔ فون : 8140763

پرنٹر : نقی اینڈ سنز فون : 2411265

خدمات کے آئینے میں

برجیس نقوی

گوشہ نشین

میرے ڈیڈی جناب سید صادق علی نقوی مرحوم و مغفور

جب سے میرے خسر سوئے جنت سدھارے طرح طرح کی قیاس آرائیاں، متضاد اظہار خیال سامنے آتے رہے۔ زیادہ تر لوگ کہتے ہیں کہ وہ انجمن معین العزا کے بانی تھے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ ابتدائی رکن تھے۔ صحیح اور غلط کا فیصلہ ابھی تک نہ ہو سکا۔ لیکن اس متنازعہ احوال سے مجھے خوشی اور اطمینان یہ ہو گیا کہ میرے ڈیڈی ایک شخصیت ضرور تھے کیونکہ غلط یا صحیح قیاس آرائیاں کسی شخصیت کے متعلق ہی ہوتی ہیں۔ عام انسان پر کوئی کسی قسم کا اظہار خیال نہیں کرتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ پاکستان کا تصور علامہ اقبالؔ نے پیش کیا اور عملی جامہ قائداعظم نے پہنایا، تو عملی جامہ پہنانے والا بانی پاکستان ہے اور رہے گا، اقبالؔ کو یہ شرف حاصل نہ ہو سکا۔

دین اسلام اللہ کا منشور ہے لیکن اس کو عملی جامہ پہنانے والے ہمارے حضور سرور کائناتؐ ہیں اور بانی اسلام اللہ نہیں بلکہ رسول اللہؐ ہیں۔ بہر حال یہ دلائل تو بہت دور تک نکل جائیں گے۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ ۱۹۸۱ء میں گوشہ نشین ہو گئے تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مفروری سے بہتر گوشہ نشینی ہے۔ میرے ڈیڈی کو یقین تھا کہ ایک دن حالات سنبھل جائیں گے اور جیسے ہی خطرات دور ہوئے وہ پھر عزاداری کے لیے کوشاں ہو گئے اور اس جگہ انھوں نے دم توڑا جہاں سے جانے والے آج تک پلٹ کر نہ آئے۔ میرے ڈیڈی مذہبی افراتفری کے خوف سے کبھی گوشہ نشین نہ ہوتے۔ البتہ اب ہمیشہ کے لیے جنت میں گوشہ نشین ہیں۔ میرے ڈیڈی کی مغفرت کا سبب حب اہلبیتؑ ہے کسی انجمن یا فرد کا سرٹیفکیٹ نہیں۔ میرے ڈیڈی ہی

کیا بلکہ ہر انسان کے اعمال عشق کا وسیلہ ہوں گے۔ رسولؐ کے پہلو میں ہر بیٹھنے والا جنتی نہیں ہو سکتا۔

رشتے کے اعتبار سے وہ میرے خسر ضرور تھے لیکن میں نے ایک بہو کی حیثیت سے جب سے ان کے گھر میں قدم رکھا۔ میں نے خود کو ان کی بیٹیوں کی طرح پایا انھوں نے کبھی بہو کا درجہ نہ دیا بلکہ حقیقی پدر کا برتاؤ رکھا میں نے ان کو ہمیشہ ڈیڈی کہہ کے مخاطب کیا۔ ان کے متعلق متضاد خیالات رکھنے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی۔ لیکن شرافت کا تقاضہ اور مومن کی پہچان یہ ہے کہ مرنے والے کی اچھائیوں کا تذکرہ کرے۔

کوئی میرے دل سے پوچھے کہ بھرا ہوا گھر بھی ڈیڈی کے بغیر خالی نظر آتا ہے وہ جگہ ویران نظر آتی ہے جہاں میرے ڈیڈی مستقل بیٹھ کر کھانا کھاتے اور مجھے خدمت کا شرف عطا فرماتے۔ زیرِ نظر کتابچہ میں جن حضرات اور اداروں نے میرے ڈیڈی کے لیے ایک لفظ بھی تعزیتی لکھا ہے میں ان کی ہمیشہ شکرگزار رہوں گی۔

میرے پیارے ڈیڈی کے لیے التماس سورۂ فاتحہ۔

مستقل غم گسار
برجیس نقوی

ہمارے شفیق سرپرست

بندۂ مومن، عزادار سید الشہداء، بااخلاق و مخلص، نیک سیرت و صادق

جناب سید صادق علی نقوی (مرحوم)

آپ جانتے ہیں کہ مسلمان و مومن میں بہت فرق ہے۔ مسلمان صرف کلمہ پڑھنے والا اور مومن وہ ہے جو کلمۂ رسولؐ کے ساتھ آلِ رسولؐ سے محبت و عقیدت رکھتا ہو اور جو ان سے عقیدت رکھتا ہے وہ ان کی خوشی اور غم میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ ہم خاتونِ جنت صلوٰۃ اللہ علیہا کی دعاؤں کا ثمر ہیں وہ اس لیے کہ ہم ان کے معصوم و مظلوم بچوں پر گریہ کریں اور ان کی عزاداری کریں۔ اسی لیے عزاداروں کا مرتبہ بلند و مستحکم ہے۔

آل و قرآن کو قدرت نے بہم رکھا ہے
جیسے قرآن کے پہلو میں علم رکھا ہے
دھوپ میں دیکھا عزاداروں کو بولیں زہراؑ
میں نے ان سب کے لیے باغِ ارم رکھا ہے

جناب سید صادق علی نقوی مرحوم نے ساری زندگی عزاداری امام مظلوم علیہ السلام کو اپنا شعار رکھا ان کو ذکر حسین، نوحہ، ماتم، مجلس، جلوس و محافل سے والہانہ لگاؤ رہا۔ کراچی کی ممتاز و معروف ماتمی انجمنوں سے ان کا عملی طور پر گہرا تعلق تھا۔ انھوں نے سن ۶۰ء میں اپنے گھر میں عزاداری قائم کی اور دگرگوں حالات کے باوجود آج بھی قائم ہے جہاں آج بھی یکم محرم کی شب سے ۸ ربیع الاوّل تک عزاداری ہوتی ہے۔ ۷ محرم، ۲۰ محرم، ۲۹ صفر اور ۷ ربیع الاوّل

کو خواتین و حضرات کی بڑی مجلسیں ہوتی ہیں جن میں معروف انجمنیں شرکت کرتی ہیں۔ انھیں کے شوق و جذبے کا نتیجہ ہے کہ خدا نے ان کو برجیس نقوی کی صورت میں ایک بہترین و ممتاز ذاکرہ بیٹی نما بہو عطا فرمائی جو نوحہ خوانی اور سوز خوانی کے حوالے سے ممتاز و منفرد مقام رکھتی ہیں۔ اور خدا نے ان کو ایک ایسا ہو نہار فرزند غلام مصطفیٰ نقوی کی شکل میں دیا جو معروف انجمن تبلیغ امامیہ کے سرپرست ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے قومی امور میں معروف و معروف ہیں اور لائق و ہونہار بھتیجا ثاقب علی نقوی عطا فرمایا جو انجمن حبیب لئن مظاہر میں نوحہ خوانی کرتے ہیں، دوسرا بھتیجا سید محمد علی نقوی جو معین العزاء میں سالار دستہ ہے اکے نقش قدم پر گامزن ہے اور بڑی محنت و خلوص سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہے اور انجمن کے معیار کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اسی طرح بیٹیاں اور بیٹے کا شعار صرف عزاداری ہے...... یہاں یہ واضح کردیں کہ ثاقب نقوی عزاداری کے حوالے سے مرحوم کی تربیت و خواہش پر کاربند ہے۔
مرحوم نے انجمن معین العزاء کے قیام میں بنیادی طور پر بھرپور حصہ لیا ان کی خواہش و کوشش رہی کہ معین العزاء ترقی و نیک نامی حاصل کرے۔ قومی امور میں وہ پیش پیش رہتے تھے۔ نواب حسن لکھنوی، وحید الحسن رضوی، محمود اختر رضوی، بادشاہ مرزا، عترت حسین عشق، سید مظہر عباس زیدی، شیعہ مطالبات کمیٹی، انجمن امامیہ، پاک محرم کمیٹی، دینیات کمیٹی اور شیعہ کونشن وغیرہ میں بھرپور حصہ لیا۔ مرکزی جلوسوں میں پیش پیش رہتے تھے۔ وہ ایسی جگہوں پر عمداً پہنچتے تھے جہاں جلوسِ عزا میں کسی قسم کی رکاوٹ ہوتی تھی۔ ان کی دلیری اور خلوص کا یہ منہ بولتا ثبوت ہے کہ ۸۳ء میں مذہبی فسادات کے دوران لیاقت آباد سے سینکڑوں مومنین چلے گئے لیکن امام بارگاہ پنجتنیؑ اے ایریا، لیاقت آباد کو انھوں نے لاوارث نہ چھوڑا (جہاں آج بھی ہم لوگ آباد ہیں) جس کے وہ بانی تھے۔ اور آج بھی یہاں کی عزاداری زور و شور سے جاری ہے۔

ایسے شفیق سرپرست کی یادیں ہمارے لیے ناقابلِ فراموش ہیں۔ ایسے مردِ مومن کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھ کر ہم کو ممنون فرمائیں اور مثاب ہوں۔

الملتمس سوگوار

سید ناطق علی نقوی (داماد)، سید راشد علی نقوی (داماد)، سید غلام مصطفیٰ نقوی (فرزند)
دختران، ہمشیرگان، فرزندان نسبتی و اہلِ خاندان

شاعرِ اہلبیتؑ شاد نقوی

ہائے ہمارا بھائی سید صادق علی نقوی

سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کس طرح سے اور کہاں سے صادق بھائی کے لیے وہ تحریر قلم بند کروں کہ وہ آج ہم میں نہیں ہیں۔ ہم نے تو انھیں کسی تکلیف یا بیماری میں تو دیکھا ہی نہیں۔ ابھی کچھ دن پہلے ان کی سالانہ مجلس عزا میں انھیں کے گھر لیاقت آباد میں ملاقات ہوئی نہایت ہشاش بشاش نظر آرہے تھے۔ بچوں کی خیریت دریافت کی ہمارے پاس بیٹھ گئے پوچھا چائے پیو گے مگر اتفاق سے چائے تیار نہیں تھی، چائے بنانے والے کو اپنے مخصوص انداز میں باتیں سنا ڈالیں۔ مجلس میں، میں نے سلام پڑھا بڑے خوش ہوئے حوصلہ افزائی کی بعد مجلس ان سے اجازت لی اور انھیں سلام کر کے رخصت ہوا۔ کیا معلوم تھا کہ صادق بھائی سے یہ میرا سلام آخر ہوگا۔

صادق بھائی کو مجھے بہت قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ آپ اپنے بھائی بہنوں میں سب سے بڑے تھے۔ اس ناتے سے باپ جیسی محبت اور شفقت دی اور زندگی کے آخری لمحے تک اپنی ذمہ داریوں کو نبھایا۔ آپ زندگی میں ہمیشہ دوسروں کے لیے فکر مند رہے۔ کبھی اپنی پروانہ کی۔ زندگی میں خوب کمایا اور اسی طرح بے دریغ خرچ کیا۔ کبھی دوسروں کے سامنے اپنی کوئی حاجت یا پریشانی بیان نہ کی حتیٰ کہ اپنے اکلوتے بیٹے محمد میاں سے بھی اپنی کوئی خواہش یا ضرورت کو ظاہر نہ کیا وہ ہمیشہ اپنے بچوں میں خوش نظر آتے تھے۔

صادق بھائی کی جہاں یہ تمام خوبیاں تھیں وہاں یہ بھی حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ آپ ایک نڈر، بے باک اور حوصلہ مند انسان تھے۔ خودداری کوٹ کوٹ کر بھری تھی، آپ مصلحت سے بہت کم کام لیتے تھے جو فیصلہ کر لیتے "۔ اس پر آخری وقت تک قائم رہتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ کبھی کبھی وقتی طور سے دوسروں سے اختلافات ہو جایا کرتے تھے۔ وہ کسی کی برائی یا نقصان میں بھی شامل نہیں رہے دل کے صاف اور سچے کردار کے مالک تھے۔ وہ ہر شخص، ہر طبقے کے لوگوں میں مکمل مل جایا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ آج آپ کو ہر شخص چاہے وہ اچھا ہو

یا ہو، غریب ہو یا امیر سب آپ کی جدائی اور غم میں شریک ہیں۔

صادق بھائی میں جہاں یہ سب خوبیاں اور اچھائیاں موجود تھیں اس کے ساتھ ساتھ آپ مذہبی اعتبار سے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ خصوصاً عزاداری امام حسینؑ کے حوالے سے آپ کی شخصیت بڑی جانی پہچانی تھی۔ مجلس و ماتم، نوحہ خوانی اور جلوس و محافل کے بڑے دلدادہ تھے۔ ان تمام تقاریب کے انعقاد کے سلسلے میں بڑی خدمات ہیں جس کا صلہ یقیناً محمدؐ و آلِ محمدؐ سے ملے گا۔ آپ کراچی کی مشہور و معروف انجمن، انجمن معین العزا (رجسٹرڈ) کے ابتدائی دور سے منسلک رہے اور اس کے اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں رہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس انجمن کے ماتمی دستے میں حیثیت دستہ سکریٹری اور سالار دستہ کے بڑی نمایاں خدمات انجام دیں، اس کے علاوہ آپ نے اپنے گھر میں نہایت بارونق عزاخانہ قائم کیا ہوا تھا۔ جو آج بھی موجود ہے جہاں ایامِ عزا میں شب و روز مجلس و ماتم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ آپ کو غازی عباسؑ علمدارِ حسینؑ سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ آپ کے گھر کے عزاخانے سے ۷، محرم الحرام کو ایک جلوس کی شکل میں حضرت عباسؑ کا علم برآمد ہوتا ہے جو نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ امام بارگاہ زینبیہ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ آپ ہمیشہ نوحہ خواں حضرات اور شعرا کرام سے غازی عباسؑ کے فضائل و مصائب پڑھنے اور لکھنے کی فرمائش کیا کرتے تھے۔

آخر میں بس یہ لکھوں گا جو اس دنیا میں آیا ہے اُسے ایک دن موت ضرور آئے گی اور وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کے صرف اپنے اعمال کے ساتھ رخصت ہو کر اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے پیش ہو جائے گا۔ صادق بھائی نے ایک بہت بڑا کنبہ (مولا سب کو سلامت رکھے) عزیز و اقارب اور دوست و احباب کے حلقے کو چھوڑ کر رخصت ہوئے ہیں جو سب آپ کی ناگہانی موت کی وجہ سے نڈھال اور غمگین ہیں۔ میری دعا ہے کہ پروردگارِ عالم سب کو صبرِ جمیل عطا کرے اور مرحوم کو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقے میں جنت الفردوس میں بلند درجات عطا ہوں۔ (آمین)

ہر لب پہ ہے اِس کی کمائی محفل محفل چرچا ہے
سائے میں بیٹھا ہے علم کے کیسا مقدر اچھا ہے
شادؔ دیارِ کرب و بلا میں صادق کی پہچان ہے یہ
حشر اِس کی غازی کا روضہ ترمت ترمت رستہ ہے

شریکِ غم

سید علی نقوی شادؔ

خاندان کے ڈیڈی، برادری کے چچا اور احباب کے سید صاحب

مردِ آزاد صادق علی نقویؒ صاحب

گزشتہ ماہ، میں کراچی سے باہر تھا واپسی پر ایک روح فرسا خبر میری منتظر تھی وہ یہ کہ چچا صادق علی رحلت فرما گئے چونکہ مرحوم کی کسی علالت کا کوئی علم نہ تھا اس لیے یہ غیر متوقع خبر ان کی خبر بجلی بن کر گری اور پھر یادوں کے دریچے کھلتے چلے گئے۔

ہمارا قومی مزاج اور عوامی شعار یہ ہو گیا ہے کہ بالعموم زندہ افراد کو عیب جوئی اور بد ی نظر سے دیکھتے ہیں اور ذاتی تعلق اور پسند و ناپسند کے مطابق کوئی ایک آنکھ کھول کر دوسری بند کر لیتے ہیں اگر زندہ شخص پسندیدہ ہے تو صرف محاسن پر نظر رکھتے ہیں معائب سے صرف نظر اور چشم پوشی اختیار کرتے ہیں اور اگر ناپسند ہے تو صرف معائب کو اُجاگر کرتے ہیں اور محاسن کو نظر انداز کر دیتے ہیں اسے آپ پارٹی بازی بھی کہہ سکتے ہیں اور بارہا عرض کر چکا ہوں کہ پارٹی بازی کوئی بری بات نہیں ہے مگر قابلِ لحاظ امر یہ ہے کہ پارٹی بازی کی بنیاد اور اغراض کیا ہیں اسی طرح محض متنازعہ ہونا بھی کوئی بری بات نہیں ہے وجہ تنازعہ اور بنائے مخالفت و مخاصمت کیا ہے یہ دیکھنا ضروری ہے یہ تمہیدی گفتگو اور بنیادی اصول ذہن میں رکھیں گے تو آپ کو اس مضمون اور مرحوم کی شخصیت کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔ خیر صاحب! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ہم لوگ جب کسی سے خوش ہوتے ہیں تو گویا اس سے اچھا آدمی کوئی نہیں اور ناراض ہو جائیں تو پھر اس سے برا بھی شاید و باید! جیسا کہ امیر المومنینؑ کا بھی ارشاد گرامی ہے کہ جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ یہ دنیا والے کسی سے خوش ہو جاتے ہیں تو ایسی ایسی خوبیاں اس کے حصہ اور کھاتے میں ڈال دیتے ہیں جو اس میں فی الواقع موجود نہیں ہوتیں یعنی دوسروں کی نیکیاں اور خوبیاں بھی اس کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں جس کا وہ موصوف اہل و مستحق نہیں ہوتا اور ناراض و خفگی کی

صورت میں دوسروں کی برائیاں بھی اس کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں ورنہ آنجہانیہ بعض الزامات اور برائیوں کا وہ سزاوار تو کیا بے چارہ اہل بھی نہیں ہوتا۔ بہر حال ہمارا مجموعی قومی و عوامی مزاج یہی ہے کہ مرنے کے بعد صرف تعریفیں ہی کی جائیں ویسے یہ رجحان بھی غنیمت ہے اگرچہ جیتے جی ناقدری اور عیب جوئی کوئی اچھی روایت نہیں ہے اور عام مشاہدہ بھی یہی ہے کہ ہم لوگ مریض کے لیے دس روپے دیتے ہوئے ہچکچاتے ہیں اور کفن دفن کے لیے ہزار روپے بھی جمع کر لیتے ہیں۔ عیادت کو دس افراد بھی نہیں آتے اور تعزیتی اجتماع میں ہزاروں شریک ہو جاتے ہیں بقول صدر شعرا و اہلبیت علیہم السلام حضرت شاداں دہلوی ؎

سارا شہر آ کے ہوا اس کے جنازہ میں شریک
عمر بھر جس کو شکایت رہی تنہائی کی!

چچا صادق کے انتقال کے موقع پر میں یہاں نہیں تھا لیکن مجھے معلوم ہوا کہ تدفین و سوئم میں ہزاروں افراد نے شرکت کی جس میں ہر شعبۂ زندگی اور ہر مکتبِ فکر کے افراد شامل تھے ان میں اعزہ اور برادری کے علاوہ ذاتی احباب، ہمسایہ اور قومیات کے افراد تو مشترک تھے یعنی مرحوم اور فرزند مصطفیٰ نقوی (محمد بھائی) دونوں کے حوالے سے جمع تھے اور کچھ افراد ایسے تھے جو مرحوم کے حوالے سے اور بقیا صاحب زادہ کے حوالے سے شریکِ غم تھے۔ یہاں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ بیکاری اور قومیات کے حوالے سے محمد بھائی کا ایک وسیع حلقۂ احباب ضرور موجود ہے مگر خود مرحوم کی شخصیت خدمات اور سماجی و سیاسی اور قومی خدمات کا حوالہ اور پس منظر بھی کچھ کم اہم اور نظر انداز کیے جانے کے لائق نہیں ہے پرانے حضرات تو بہ خوبی بلکہ مجھ سے بھی بہتر طور پر مرحوم کی خدمات و شخصیت سے واقف ہیں ان کے اکثر واقعات و حالات تحریر سے زیادہ بیان کرنے کے لائق ہیں پرانے حضرات ان سے آگاہ ہیں مگر عام لوگوں کے لیے ان کی شخصیت کے بہت سے پہلو نئے اور ناقابلِ یقین سے ہیں پرانے لوگ مطلقاً ان کا تذکرہ نہیں کریں گے، قریبی اعزہ اور برادران و صاحب زادے کی بات پر تمام لوگ زیادہ توجہ نہیں دیں گے یا یقین نہیں کریں گے البتہ یہ احقر ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے واقف ایک ایسا فرد ہے کہ جو انھیں بہت قریب سے دیکھ چکا ہے اور شاید بہت اچھی طرح جانتا ہے مگر میرے ساتھ اور مجھ سے منسوب یا میرے موصوف کے لیے کچھ دشواریاں بھی ہیں۔ پہلے تو اپنے بارے میں عرض کر دوں کہ میں ایک چھوٹا سا شاعر، چھوٹا سا مصنف اور چھوٹا سا قومی کارکن ہوں اگرچہ مصنف ہونا، پروفیسر ہونا، ایڈووکیٹ ہونا، قومی کارکن ہونا، شاعر ہونا یہ سب

کچھ جاۓ خود بڑی سعادت اور اعزاز ہے مگر معاشی طور پر میں نے سول سروس اور عملی وکالت پر تدریس کو ترجیح دی ہے اور خطابت و نوحہ خوانی کو چھوڑ کر شاعری اور سوز خوانی کو ترجیح دی ہے لکھنے لکھانے سے میں خود بھی بہت گھبراتا ہوں شاعری عقیدتاً کرتا ہوں اور اپنی شناخت صرف اور صرف سوز خوانی کو سمجھتا ہوں پھر بھی ضرورتاً اور مجبوراً مجھے جب کبھی قلم اٹھانا پڑتا ہے تو اپنی ہر تحریر کے بعد میں اپنے لیے نئے محاذ کھول کر اپنے مخالفین میں اضافہ کر لیتا ہوں اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے پہلے ہی سے ذہنی طور پر آمادہ و تیار رہتا ہوں اور پھر مدتوں اپنا لکھا بھگتا رہتا ہوں، لیکن میرے مولاؑ گواہ ہیں کہ ہمیشہ وہی لکھتا ہوں جو حق اور سچ سمجھتا ہوں، زیدی اور حسینی ہونے کے علاوہ اپنے آئیڈیل حضرت ابوذرؓ کی راست گوئی اور حق پرستی مجھے نتائج و عواقب سے بے پروا کر دیتی ہے اور مجھے چونکہ کسی سے کچھ لینا بھی نہیں ہے سوائے مولاؑ کی خوشنودی اور مومنین کی دعاؤں کے تو میں قوم اور قومیات کے ڈائناسارز کی پروانہ تو پہلے کرتا تھا نہ اب ہے البتہ اپنے لیے نئے مخالفین پیدا کرتے اور نئے محاذ کھولتے ہوئے اس اس کا افسوس ہونے لگا ہے کہ میری توصیف و تعریف اور توثیق تحریر سے بعض اوقات میرے ممدوحین کو خواہ مخواہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور میری وجہ سے موصوف و ممدوح بھی ناپسندیدہ طبقے میں مشکوک یا متنازعہ ہو جاتے ہیں پھر آج کل کچھ اہم تعمیری و مثبت مصروفیات و خدمات کی وجہ سے بھی میں کسی نئے مسئلے میں الجھنا نہیں چاہ رہا تھا کہ میری دلچسپی اور دلجمعی کے لیے پرانے مسائل ہی کافی ہیں پھر بھی محمد بھائی کا تقاضہ و اصرار اور پھر مرحوم کی محبت، خلوص اور دیرینہ شفقت و خاندانی مراسم نے مجھے مجبور کیا کہ میں ان پر قلم اٹھاؤں اور آپ یقین جانیں میرے علاوہ کوئی اور اہلِ قلم مرحوم کو اتنے قریب سے دیکھنے اور جاننے کا دعویٰ کر بھی نہیں سکتا اس لیے بھی ان کے قریب ترین اہلِ قلم اور واقف و نیاز مند ہونے کی وجہ سے یہ میرا فرض اور حق بنتا ہے کہ میں ان کی شخصیت کے بعض ایسے پہلوؤں اور گوشوں کو نمایاں اور اجاگر کروں جو نئی نسل کی نگاہوں سے اوجھل ہیں خوش قسمتی سے زیادہ عمر نہ ہونے کے باوجود اپنی کمسنی ہی سے فعال و سرگرم ہونے کے علاوہ میرا تعلق اُس طبقے سے ہے جس نے بزرگوں کو قریب سے دیکھا ہے اور نئے دور کا آغاز بھی میرے سامنے ہو رہا ہے اس لیے میں نے متقدمین کو قریب سے دیکھا ہے اور خود متوسطین میں بھی شامل ہوں اور متاخرین و معاصرین میں تو ہوں ہی۔ علاوہ ازیں مجھے صادق چچا کی قربت اور محبت و شفقت اس لیے بھی میسر آئی کہ ہم لوگ سن ساٹھ کی دہائی میں ان کے گھر میں آدھے مکان کے کرایہ دار تھے اور ہمارا ان کا صحن بھی مشترک تھا، صحن میں کپڑے

کی دیوار اور پردہ حائل تھا مگر اسی نوے گز کے مکان میں رہنے والے دو خاندانوں کے باہمی تعلقات و قرابت اور محبت یا نفرت اور گرم جوشی یا کشیدگی کا اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ اب بھی عوام میں ان کا جاہ و جلال اور رعب و دبدبہ بلکہ غیظ و غضب زیادہ مشہور ہے مگر آپ یقین کیجئے میں کسی رعایت، مروت، خوف یا مصلحت کے بغیر تحریر کر رہا ہوں کہ اگرچہ وہ ان کا ہر اعتبار سے زریں اور پرشباب عہد تھا اور میرے والدین مسکین اور شریف النفس لوگ تھے اس کے باوجود مجھے یاد نہیں کہ کبھی ان دو خاندانوں میں کوئی بدمزگی، رنجش یا ناراضی اور شکوہ شکایت ہوئی ہو یہ میرا کمسنی اور طالب علمی کا ابتدائی دور تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سید صاحب کے رعب و جلال میں در پردہ کتنی محبت و شفقت پنہاں ہوتی تھی باہر لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر اور بعض اوقات لڑ جھگڑ کر آنے والا شخص اپنے گھر میں اپنے مخالفین کے لیے بھی کتنی ہمدردی اور درد رکھتا تھا، باہر گرجنے برسنے والا شخص اپنی خلوت اور اپنے گھر میں ان کی بہتری کی تدبیر کیا کرتا تھا اور اکثر اوقات ان کا غصہ اصلاح حال کے لیے محض علامتی، اصلاحی اور معنوی ہوتا تھا اور مقصد و مصلحت جو پوشیدہ و پیش نظر ہوتی تھی وہ بہتری ہی ہوتی تھی آپ اسے زیادہ سے زیادہ شریف بد معاش یا خدائی فوج دار والا کردار قرار دے سکتے ہیں اور پرانے زمین دارانہ و جاگیردارانہ ماحول میں جہاں سادات کو غیر معمولی عزت و احترام اور اہمیت بھی حاصل ہو اور ایسے نظام میں اگر کوئی شخص اپنے گھر کا بزرگ یعنی اولاد اکبر بھی ہو تو پھر سرداری کا سودا ایسے سر میں سماجانا کوئی ان ہونی بات نہیں ہے پھر سید صاحب کے سیاسی و سماجی روابط اور اس وقت کے باشعور حریت پسند پر امن و مہذب و متمدن، لیاقت آباد کے سرگرم سیاسی کارکن ہونے کے ناتے بھی ان کا طمطراق اس ماحول کا حصہ اور خاصہ تھا۔ لیاقت آباد اس وقت تحریک پاکستان کے بزرگ رہنماؤں اور نوجوان پرجوش کارکنوں کی سیاسی سرگرمیوں کا مرکز تھا ہر شعبے اور مکتب فکر کے نمایاں اور سربرآوردہ افراد یہاں اپنا حلقہ اثر رکھتے اور اپنے اثرات کو بڑھانا چاہتے تھے۔ ساٹھ کی دہائی میں ایوب خاں اور فاطمہ جناح کی سیاسی پنجہ آزمائی کے دوران بڑے بڑے سیاسی و سماجی ادارے اور افراد یہاں باقاعدگی سے آتے جاتے تھے اور محض سیاسی ہی نہیں ہر شعبۂ زندگی کی نامور شخصیات یہاں موجود تھیں جن کی فہرست بڑی طویل اور تفصیل غیر ضروری ہے اور سر دست ہمارا موضوع بھی نہیں ہے۔ بہر حال سید صاحب اپنے زمانے کے بے تاج بادشاہ اور بادشاہ گر علی مختار رضوی صاحب کے ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے حقیقت یہ ہے کہ طلبہ سیاست میں برصغیر کی تاریخ میں آج تک کوئی رہنما علی مختار رضوی سے بڑا مقام و مرتبہ اور مقبولیت و شہرت حاصل نہ

کرسکا ان کا تعلق بھی لیاقت آباد ہی سے تھا اور ان کی وجہ سے معراج محمد خاں اور شہنشاہ حسین جیسے رہنما بھی زیادہ تر لیاقت آباد میں پائے جاتے تھے اور ان کے احباب میں سید صاحب بھی شامل تھے۔ اپنے ان ساتھیوں کی طرح سید صاحب نے دن رات ان تھک محنت اور پر خلوص و بے لوث جدوجہد کی پھر کچھ عرصہ ملازمت اور فکر معاش بھی کی خوب خوب کمایا اور خوب خوب لٹایا گنوایا بھی۔ سید صاحب کے والدین برادران اور اہلیہ و اولاد سب ہی صابر و شاکر اور قانع قسم کے لوگ تھے خصوصاً آپ کی اہلیہ، اللہ رکھے بڑی صابرہ خاتون ہیں، جنھوں نے بڑے صبر و ضبط اور حوصلے سے وہ سب کچھ برداشت کیا جو محض ایک جنتی نیک بی بی ہی برداشت کر سکتی ہے۔ نہ صرف قریبی اعزہ ہی کی انھوں نے خدمت کی بلکہ سید صاحب کے سیاسی اور بگڑے ہوئے دوستوں کی خاطر داری اور خدمت و تواضع انھوں نے خندہ پیشانی سے کی وہ اس طرح کہ سید صاحب کے پاس دن رات حاجت مندوں اور ضرورت مندوں کا آنا جانا رہتا اور احباب کی محفل رات گئے تک جمی رہتی اور یہ نیک بی بی اپنی بیماری اور مسلسل شب بیداری کے باوجود چائے اور کھانے بنا بنا کر مہمان خانہ میں بھیجتی رہتی۔ یہی نہیں کہ اچھے وقتوں میں جب اللے تللے ہو رہے تھے بلکہ برے وقتوں میں بھی اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر مہمان داری اور ضرورت مندوں کی حاجت براری و خاطر داری میں کوتاہی نہ کرتیں۔ مجھے یاد ہے کہ سید صاحب کے حالات اچھے نہیں تھے ان دنوں علی مختار رضوی، شہنشاہ حسین اور ان کے دوسرے ساتھی سینٹرل جیل میں قید تھے تو روزانہ ان کے احباب کا کھانا سید صاحب کے گھر پکتا تھا اور سید صاحب ایسے پر آشوب دور میں جب کہ ان سیاسی رہنماؤں کے اعزہ و احباب روپوشی کی زندگی گزار رہے تھے اور بیشتر افراد ان سے لاتعلقی اور بےزاری یا چشم پوشی برتتے رہے تھے اور منہ چرا رہے تھے تو محض اپنی وضع داری اور یاروں کی یاری میں حق دوستی اور وفاداری نبھانے کے لیے وہ روزانہ خوب تیار ہو کر بڑے اہتمام سے کلف لگے سفید کپڑے اور اپنی مخصوص واسکٹ پہن کر بڑا ساناشتہ دان بھر کر باقاعدگی و پابندی سے روزانہ رات کا کھانا جیل پہنچانے کے لیے سر شام ہی گھر سے نکل جاتے تھے، خالی پیٹ بیوی یہ چٹ پٹا لذیذ و مرغن کھانا تیار کرتی، چھوٹے چھوٹے بچے یہ کھانا تیار اور پیک ہوتا دیکھتے اور تھوک نگل لیتے اور خود سید صاحب بھی اپنے اہل خانہ سمیت روکھی سوکھی کھا کر سو جاتے اور یہ کھانا اپنے اسیر احباب کو دے آتے! خود بھوکا رہنا، روکھا سوکھا پھیکا کھا کر دوسروں کو اپنے حصے کا کھلا کر سوغیوں کو تازہ دے کر سینہ پھلانا اور مطمئن سو جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے؟! یعنی برے اور بگڑے وقت میں بھی سید صاحب نے اپنی سوجھ

اور بات یہ نہیں ہونے دی اسی طرح اپنے احباب کی ہر پیشی پر کورٹ کی حاضری بھی سید صاحب ضروری سمجھتے تھے بہر حال سید صاحب خود پریشانی اٹھا لیتے مگر دوسروں پر اس کا اظہار نہ ہونے دیتے آپ اسے خودداری کہہ لیں یا جھوٹی انا مگر سید صاحب کی تقریباً پوری زندگی اسی طرح بسر ہوئی کہ کوئی چھوٹا موٹا کام نہ کیا، کسی بڑے سے بڑے کام کو منع نہیں کیا، کسی سوالی کو "نہ" نہیں کہا، کوئی کوئی کتنا ہی بڑا اور مشکل کام لے کر آگیا اسے منع نہیں کیا، کام ہوا نہ ہوا مگر اپنی باتوں اور تسلی سے اس کا دل ضرور بڑھا دیا اسے حوصلہ دے کر حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ضرور کر دیا۔ جو کام ان کے اپنے اختیار اور بس میں ہوتا اس کے لیے کبھی تامل یا ٹال مٹول سے کام نہیں لیا، اور میں نے اکثر دیکھا کہ سوالی و فریادی کے ساتھ فوراً ہی نکل کھڑے ہوتے تھے، یہ بھی ساٹھ کی دہائی کی بات ہے کہ کسی کو پولیس والے پکڑ کر لے گئے یا اسے کوئی بدمعاش تنگ کر رہا ہے تو آدھی رات کو بھی نکل پڑتے تھے اپنا آدمی اگر غلطی پر بھی ہوتا تو پہلے اس کی مدد کرتے پھر تادیب و تنبیہ یعنی مصیبت کے وقت نصیحت نہیں مدد اور نصرت کرتے البتہ اگر کوئی اجنبی آتا تو اگر وہ حق پر ہوتا تو اس کی مدد سے دریغ نہ کرتے۔ صحت بھی اچھی تھی اور صورت بھی رعب دار تھی، آواز بھی گرج دار۔ اوّل تو محض زبانی جمع خرچ ہی سے مسائل حل ہو جایا کرتے تھے پھر بھی اگر ضرورت پڑتی تو بلا آخر (بہ حالت مجبوری) مار دھاڑ سے بھی گریز نہ کرتے جس میں اپنے اکلوتے صاحب زادے محمد بھائی کو بھی شریک کر لیتے۔ ظاہر ہے کہ برسوں کی عادت اور فطرت و جبلت فوری طور پر تو بدلنے سے رہی چنانچہ ہوا اکثر نے اور بااثر دوستوں کے سمجھونے کے باوجود بھی رنگ ڈھنگ اور طور طریقے نہ بدلے جسے ازراہ طنز و حقارت یوں بھی کہہ دیتے ہیں کہ "رسی جل گئی بل نہ گئے"۔ تو سید صاحب اگرچہ سب کچھ چھوڑ کر سیاست اور فوج داری سے دست بردار ہو کر گوشہ نشین ہو گئے تھے اور گھر بیٹھ گئے تھے کہ بچوں کے بڑے ہونے کا احساس ہو رہا تھا، ظاہر ہے کہ بنیادی طور پر شریف النفس انسان اور سادات و عزادار گھرانے کے چشم و چراغ ہی تھے اس لیے خود کو غیر ضروری طور پر سیاست اور دوسری مصروفیات سے الگ کر کے ایک طرف بیٹھ گئے تھے مگر پھر بھی لوگ آتے رہتے اور بہ ہنائے وضع داری نہ چاہتے ہوئے بھی یہ ان کے لیے مصالحتی یا امدادی کارروائیاں کرتے رہتے، چنانچہ اکثر اپنی اس رضاکارانہ فوج داری کی قیمت بھی آپ کو ادا کرنا پڑی اور جب بڑے نقصانات سے دو چار ہونا پڑا اب کہیں جا کر اپنی مصروفیات سے جان چھڑائی یا بچوں نے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ اگر آپ مشہور سیریل "وارث" کے مرکزی کردار اور مشتاق احمد یوسفی کی "آبِ گم" میں حویلی کے

"قبلہ" کے مثبت پہلوؤں پر غور کریں تو سید صاحب کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہو سکتی ہے۔

سید صاحب اگرچہ بزرگوں کے سامنے مؤدب، جوانوں میں جوان اور بچوں میں بچہ رہے مگر اپنی اس اطاعت، تعلقات یا شفقت میں کبھی بھی متانت اور عزت نفس کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ حسب ضرورت سخت بلند اور تلخ لہجہ بھی اختیار کرتے، بحالت مجبوری گالی دینے اور پٹائی کرنے سے بھی نہیں چوکتے، مگر اس غیظ و غضب میں بھی آپ کو اپنے حواس، جذبات، دماغ اور زبان (یعنی گالی) پر پورا قابو رہتا تھا۔ کمزوریوں اور شرفاء کا لحاظ و احترام ہمیشہ ملحوظ رکھتے مگر کسی کی غنڈہ گردی کبھی برداشت نہیں کی اور اگر کبھی کسی کو للکار دیا اسٹینڈ لے لیا جسے عرف عام میں پنگا لینا بھی کہتے ہیں، تو پھر چاہے نتیجہ کچھ ہی ہو پیچھے نہیں ہٹے، خواہ اس کی قیمت اور پاداش میں ہسپتال اور تھانہ کچہری ہی کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑا اور ایسا متعدد بار ہوا لیکن آپ یقین جانیں کہ اس میں ہمیشہ حق پرستی اور دوسروں کی مدد ہی کا جذبہ کارفرما رہا۔ چنانچہ ان کی نیک بی بی جو حالت امن میں باورچی بنی رہتی تھی وہ ان کی حالت جنگ میں نرسنگ اور ڈریسنگ بھی کرتی رہی، تفصیل اس اجمال کی پھر کبھی۔

آپ کا تعلق سادات کے عزادار گھرانے سے ہے چنانچہ اپنے گھر باقاعدہ عزاخانہ اور عزاداری کا سلسلہ جاری رکھا جہاں مختلف علماء و شعراء ماتمی انجمنوں کے عہدے داران و قومی کارکنان اور صاحبانِ بیاض کا شغل اور اٹھنا بیٹھنا رہتا وہاں آنے والوں میں اس وقت کے معروف نوحہ خواں بھی ہوا کرتے اور میں نے اپنے بچپن میں متعدد اچھے ذاکرین و شعراء اور نوحہ خوانوں کو ان کے گھر دیکھا اور سنا جن میں عزت لکھنوی بھی تھے اور جعفر کاظمی بھی، بچے بھائی بھی تھے اور تکبیر بھائی بھی، عروج جبوری جیسے شاعر اور زوار حسین جیسے سوز خوان و کمپوزر بھی۔

جہاں تک مسجد و امام بارگاہ پنجتنیؑ اور انجمن معین العزا کا تعلق ہے تو آپ کا شمار ان اداروں کے اہم ستونوں، محرکوں اور ابتدائی ارکان میں ہوتا ہے۔ میں چونکہ اپنی کمسنی کے باعث پنجتنیؑ میں نماز پڑھنے نہیں جاتا تھا اس لیے اس بارے میں تو کچھ نہیں کہتا لیکن چونکہ عزاداری ہمارے ان کے اپنے ہی گھر میں خوب ہوتی تھی اس لیے مجھے بہت اچھی طرح سے یاد ہے کہ یہ معین العزاء کے دستے میں بیچوں بیچ بطور سالار دستہ قدم ہاتھ اور نظر جما کر بڑے جاندار و شاندار اور پروقار انداز میں ماتم کیا کرتے تھے اور پورے دستے کو کنٹرول کیا کرتے تھے اور مجال ہے جو کوئی ماتمی کسی غیر سنجیدگی یا بے ہودگی کا ارتکاب کر سکے۔ ایسا خوب صورت ماتم کرنے والا سالار دستہ فی زمانہ اللہ رکھے میری نظر میں ایک ہی ہے وہ ہے محمدی قدیم کا تاج اکبر۔ جس نے سید

صاحب کو ماتم کرتے نہیں دیکھا اور دیکھنا چاہتا ہے وہ تاج اکبر کو دیکھ لے۔ جبکہ اس زمانے میں ذوالفقار حیدری میں ارشد بھائی اور عابدیہ کاظمیہ میں شاہد صاحب جیسے ماتم کرنے والے جانباز عزادار موجود تھے جنھیں شہباز کہنا چاہیے۔ اب بھی ایسے ماتمی جوان بہ کثرت موجود ہیں مگر سنجیدگی، متانت، خلوص اور باقاعدگی سے جذباتی لگاؤ کے ساتھ اچھے منتظم ماتمی سالار دستہ ذرا کم ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔ بلاشبہ سید صاحب نے کبھی اپنے منھ سے پنجتنی یا معین العزاء کے بانیان میں شامل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اسے ذریعۂ نجات اور سعادت و عبادت سمجھتے تھے نہ کہ ذریعۂ شہرت و جلب منفعت مگر پھر بھی جو لوگ واقف ہیں وہ اس کے شاہد ہیں کہ ان اداروں کے قیام میں آپ کا کلیدی و بنیادی اور مرکزی کردار رہا ہے۔ شبر چچا کی نوحہ خوانی کے علاوہ عرفی چچا اور شاد چچا کی سوز خوانی میں نے سید صاحب کے گھر دیکھی، سنی اور ان ہی لوگوں کو دیکھ کر سن کر مجھے سوز خوانی کا شوق ہوا اور نہ میں اُس وقت ذاکری اور اسی محلے میں قائم ایک ماتمی انجمن تنویر حسینی میں نوحہ خوانی کیا کرتا تھا۔ اب تک چوں کی مجالس میں میری ذاکری کے سامعین اور نوحہ خوانی کے شاہدین بڑی تعداد میں موجود ہیں، جن میں انچولی والے صولت کمال اور مظفر بلگرامی صاحبان بھی شامل ہیں۔

یہاں ایک اور مسئلہ کی وضاحت کردوں کہ جب کوئی ادارہ قائم ہوتا ہے یا کوئی تحریک شروع ہوتی ہے تو اس کے محرکین، بانیان اور بنیادی عہدے داران اور کارکنان میں اکثریت بلاشبہ منظر عام پر آجاتی ہے لیکن پھر بھی ہر تحریک اور ادارہ کے پس پردہ بہت سے افراد ایسے ہوتے ہیں جو کسی اعلیٰ مقصد یا تحریک اور ادارہ کے لیے سوچ بچار کر رہے ہوتے ہیں کوئی مشورہ دیتا ہے، کوئی حوصلہ بڑھاتا ہے کوئی ہمت افزائی کرتا ہے، کوئی مادی و مالی اعانت کرتا ہے، کوئی ہاتھ پاؤں سے یعنی جسمانی طور پر امداد و اعانت اور محنت کرتا ہے، کوئی منظر عام پر آتا ہے کوئی نہیں آتا، کوئی اپنا نام اور کام ظاہر کرنا چاہتا ہے کوئی نہیں کرتا، عہدے داران و کارکنان تو سامنے آجاتے ہیں مگر گوشہ نشیں مخلص محرکین بعض اوقات اپنے خلوص و سادہ لوحی کی وجہ سے، بعض اوقات اپنی سماجی و سیاسی یا معاشی مجبوری و مصلحت کی وجہ سے، بعض حضرات اپنی غربت یا کسی اور مجبوری یا کمزوری کے باعث منظر عام پر نہیں آپاتے لیکن موقع ملنے پر مصلحتوں سے آزاد ہونے پر، کمزوری و مجبوری کے خاتمے پر وہ یا ان کے متعلقین اس بات کی توقع کرتے ہیں کہ ؎

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

تو اس طرح اپنی کسی خوش فہمی یا غلط فہمی کی بنیاد پر بھی بعض اوقات کسی تحریک یا ادارہ کے حوالے سے یہ لوگ خود کو یا اپنے عزیزوں کو بانی گردانے لگتے ہیں اور ان کا ایسا کرنا خواہ صحیح ہو یا غلط لیکن اس کا ایک مثبت پہلو ضرور ہے کہ یہ لوگ اس ادارے اور تحریک کی اہمیت اور وقعت اور عظمت و افادیت کو تسلیم کر رہے ہیں تو بالفرض صادق علی نقوی عرف سید صاحب اگر مسجد و امام بارگاہ پنجتنیؑ اور انجمن حسین العزاء کے بانیان میں شامل نہیں ہیں تب بھی مرحوم کے لواحقین کا یہ دعویٰ اور تقاضہ ان اداروں کی اہمیت و عظمت کا اعتراف ضرور ہے حالانکہ یہ دونوں ہی ادارے جس ٹوٹ پھوٹ سے آج کل دوچار ہیں وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، خدا کرے کہ اصلاح احوال ہو اور مسجد و امام بارگاہ کی رونقیں پھر بحال ہوں جیسی کہ مرحوم رضا اللہ آبادی صاحب کے زمانے میں اس وقت تھیں جب لیاقت آباد واقعتاً آباد تھا اور اسی طرح انجمن بھی اسی طرح متحد و منظم ہو کر ویسی ہی حسین العزاء بنے جیسی کہ شبر چچا کی نوحہ خوانی کے زمانے میں تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بنیادی اختلاف یا وجہ تنازع ایسی موجود نہیں ہے کہ یہ اعزہ و برادری اور متعلقین یکجا نہ ہو سکیں۔ مجھے احساس ہے کہ میرا مضمون کچھ موضوع و ممدوح سے ہٹ جانے کی وجہ سے طویل ہو گیا ہے مگر ایک بات ضرور ہے کہ میری تحریر خواہ کتنی ہی طویل اور تلخ کیوں نہ ہو پڑھی ضرور جاتی ہے مقصد و نیت خواہ کچھ ہی ہو اپنے پڑھیں نہ پڑھیں، مخالفین ضرور پڑھتے ہیں اور یہی میرا مقصد بھی ہے۔ مرحوم ہی پر اس مضمون کو ختم کرتا ہے تو ان کی اور اہل خانہ کی عزاداری سے خصوصیت و انسیت اور جذباتی وابستگی کا ایک آخری ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ اپنے اکلوتے فرزند کی شادی کہیں بھی کر سکتے تھے، خاندان میں بھی خاندان سے باہر بھی مگر آپ نے ایک معروف عزادار گھرانے کا انتخاب کیا اور اپنے وقت کی بہترین نوحہ خوان و سوز خواں لڑکی کو بہو بنایا تاکہ جب ان کی اپنی نسلی بیٹیاں اپنے اپنے گھروں کو سدھار جائیں تو تب بھی ان کی نسبی بیٹی عزاخانے اور عزاداری کو شاندار اور پروقار و بھرپور انداز میں قائم و دائم اور جاری و ساری رکھ سکے اور الحمدللہ آپ کی بہو بیٹی نے تمام خاندان والوں کے ساتھ اس ذمہ داری کو بہ طریق احسن سنبھالا ہوا ہے اور جب بڑے بڑے جغادری پھنے خاں قومیات کے ڈائناسارز لیاقت آباد کی بڑی بڑی عبادت گاہوں اور انجمنوں کے عہدے دار اپنے عزاخانے اور عزاداری چھوڑ چھوڑ کر دوسرے علاقوں کی طرف کوچ کر گئے تھے جب بھی خراب سے خراب تر اور بدترین حالات میں بھی سید صاحب اپنے کنبے اور عزاداری کے ساتھ یہیں ڈٹے رہے اور الحمدللہ اب بھی دھڑلے سے ان کے گھر عزاداری ہوتی ہے ان کا گھر

اور ان کا عزاخانہ آباد ہے اور بی بی سیدہؑ و امام زمانہؑ جو حقیقی وارثِ غم ہیں ان کی دعاؤں سے آباد رہے گا انشاء اللہ۔

سید صاحب نے خود ساری زندگی محنت مشقت کی اور زبانِ حال سے کہتے رہے کہ ؎

اپنی تو وہ مثال ہے جیسے کوئی درخت
اوروں کو چھاؤں بخش دے خود دھوپ میں جلے

اور ان کے جانے پر محمد بھائی اپنے سرپرست شفیق والد ہی نہیں مخلص و جانثار دوست سے بھی محروم ہو کر گویا کہہ رہے ہیں ؎

یہ کس مقام پہ سوجھی تجھے بچھڑنے کی!؟
کہ اب تو جا کے کہیں دن سنورنے والے تھے

جاتے جاتے ایک اور حقیقت کی طرف آپ کو متوجہ کرتا چلوں کہ پیشہ ور دیداروں کے یہاں بلاشبہ کثرتِ اعمال آپ کو ملے گی، نیت و اخلاص کا حال اللہ بہتر جانتا ہے تاہم عام دنیادار انسان کے یہاں خواہ نیک اعمال کی کثرت نہ ہو مگر اس انحصار میں اخفاء اور اخلاص بہت ہوتا ہے چنانچہ دین اور ملت سے جتنا خلوص غیر پیشہ ور حضرات کو ہوتا ہے قومیات کے پیشہ وروں اور دیداروں میں بہر حال نہیں ہوتا؟! یہ ایک جملۂ معترضہ اور دعوتِ فکر ہے۔

مرحوم کے لیے سورۂ فاتحہ اور لواحقین کے لیے صبرِ جمیل کا متمنی:

شریکِ غم ناچیز
سید سبط جعفر
۵ر اگست، ۱۹۹۰ء

☆☆☆

آمد پر مبنی، غیر ارادی طور پر کہے گئے، فی البدیہہ اشعار / خراجِ عقیدت

بہ حضور عزادارِ شہِؑ ابرار

محترم صادق علی نقویؒ

محبِ حیدرِ کرارؑ تھے صادق علی نقویؒ
عزادارِ شہِ ابرارؑ تھے صادق علی نقویؒ
کوئی چچا انہیں کہتا، کوئی ڈیڈی، کوئی سید
ہر اک کے ہمدم و دلدار تھے صادق علی نقویؒ
خود اپنی ذات میں اِک انجمن معلوم ہوتے تھے
کچھ ایسی شان کے سالار تھے صادق علی نقویؒ
وہ دستے تھے وہ حلقے تھے وہی سالارِ دستے تھے
عجب تیور کے ماتم دار تھے صادق علی نقویؒ
نکل پڑتے تھے وہ ہر مستحق کی دست گیری کو
ہر اک مظلوم کے غم خوار تھے صادق علی نقویؒ
جب اچھا وقت تھا اُن کا تو ہر سائل کی نصرت کو
ہمیشہ ہر گھڑی تیار تھے صادق علی نقویؒ
ہوئی جس شان سے تدفین، سوئم اور پھر چہلم
بِن اعزازات کے حقدار تھے صادق علی نقویؒ
یقیناً سبطِ جعفر، راہیِ جنت ہوئے ہوں گے
غلامِ احمدِؐ مختار تھے صادق علی نقویؒ

شریکِ غم اور محتاجِ دعا
ناچیز سید سبطِ جعفر زیدی

رشید حیدر رضوی

مرگ مومن چیست، ہجرت کوئے دوست

سید صاحب کی رحلت کی اطلاع اگر ان کے فرزند کے توسط سے نہ ملتی تو میں یقین نہ کرتا کہ ایسا شخص جس کی لغت میں شکست کا لفظ ہی نہ ہو تو وہ کس طرح موت سے شکست کھا سکتا ہے۔ وہ ہستی جو ساری عمر گردش ایام سے نبرد آزما رہی اور آلام و مصائب سے گھبرانے کی جائے آلام و مصائب اس سے گھبراتے ہوں، فتح و نصرت اس کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑی رہتی ہو، جو نہ صرف اپنی مشکلات بلکہ دوستوں، احباب و اعزاء بلکہ غیروں کے لاینحل مسائل کو خوش اسلوبی سے حل کر لیتا ہو، وہ اتنی خاموشی سے اپنی جان آفرین کو موت کے فرشتے کے حوالے کر دے نا ممکن ہے، لیکن بہت غور و خوض کرنے پر سمجھ میں آگیا کہ وہ ان ذوات مقدسہ یعنی چہاردہ معصومین علیہم السلام جن کے عشق و چاہت میں ان کی ساری عمر گزری، سے ملاقات اور ان کے دیدار کے شوق میں اس دار فانی سے خوشی خوشی چلے گئے ہوں گے کہ موت تو ہجرت کوئے دوست ہے۔

سید صادق علی نقوی جو کہ عرف عام میں سید صاحب مشہور تھے میرے دوست ہی نہیں بلکہ یہ کہوں کہ شفیق اور مہربان تھے تو صحیح ہوگا، اس طرح کیونکہ جب کوئی بڑی گمبھیر تا ہوتی یا کوئی سخت سیاسی مسئلہ ہوتا تو صائب مشورے کے لیے سید صاحب کی یاد آتی تھی۔ میں ہی نہیں شہنشاہ حسین مرحوم، معراج محمد خان، علی مختار رضوی اور دیگر اس دور کے طالب علم رہنما اکثر سید صاحب سے مشاورت ضروری سمجھتے تھے۔ سید صاحب کا دائرہ احباب قدرے وسیع تھا ان کی خوبی یہ تھی کہ وہ ٹوٹ کر محبت کرتے تھے اور اس طرح کہ ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ وہ اسی کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ سید صاحب ایک عام آدمی ہوتے ہوئے بھی عام آدمی نہ تھے جو ان سے جتنا زیادہ قریب تھا اتنا ہی اس کو ان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا تھا ان میں خود نمائی بالکل نا تھی نا سستی شہرت حاصل کرنے کا شوق ہوا غالباً اسی وجہ سے بعض سیاسی لوگ اکثر ان کے

مشوروں کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ایم ایس ایف کے بہت سے جلسے مجھ کو ایسے یاد ہیں جو کہ ان کی ایما پر منعقد ہوئے اور ان کو کسی کام میں عار نہ تھا، دری بچھانے، شامیانے لگانے اور کرسیاں بچھانے تک سارے کام ان کے ہاتھوں انجام پاتے تھے، قائدانہ صلاحتیں ہونے کے باوجود وہ کارکن کہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

سید صاحب کی شخصیت میں در پردہ خلوص، وضع داری و انکساری لوگوں کو ان کی جانب غیر معمولی طور پر مائل کر دیتی تھی ان میں ایک ایسی کشش تھی جو ان کو دوسروں سے منفرد اور ممتاز کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی اس وجہ سے جو ایک مرتبہ ان سے ملتا تھا ہمیشہ کے لیے ان کا ہو جاتا تھا۔

سید صاحب کی شخصیت ہمہ جہت تھی، عاجزی اور ملنساری اسی ہمہ جہتی کا ایک جزو تھی وہ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، عزاداری، مجالس و جلوس سید الشہداءؑ ان کے لیے جزو ایمان تھے۔ مقاصدوں اور محافل کی جان تھے۔ شعر و شاعری سے بڑی دلچسپی اور مشاعروں میں شرکت ان کا شوق تھا۔ سوشل کاموں میں شرکت پر ہر وقت دل و جان سے آمادہ رہتے تھے اور سیاست پر بھی گہری نظر رکھنے کے ساتھ جب تک حالات سازگار رہے وہ اس میں حصہ بھی لیتے رہے۔

وہ حالات سے دل گرفتہ کبھی نہ ہوتے تھے اور تنگی حالات میں مسکرانا ان کا شیوہ تھا اور دوسروں کی ہمت بندھانے کا فن جانتے تھے اسی بناء پر کوئی حالات کا مارا پریشان حال دوست سید صاحب سے ملاقات کے بعد ساری پریشانیاں بھول کر مسکراتا ہوا وارد ہوتا تھا۔

سید صاحب سے میری پہلی ملاقات کب ہوئی؟ کہاں ہوئی؟ اور کیسے ہوئی؟ یہ مجھے یاد نہیں ہے اتنی دیرینہ رفاقت کو کب کہاں یا کیسے کی بندشوں کی ضرورت نہیں ہاں یوں لگتا ہے کہ جیسے ہمارا جنم جنم کا ساتھ ہو۔ لیاقت آباد میں شیعوں کے خلاف ۱۹۸۳ء کے فسادات سے قبل تو ملاقاتوں کا لا متناہی اور مسلسل دور دورہ تھا۔ جبری نقل مکانی کے بعد گاہے بگاہے ملاقات کی سعادت حاصل کرتا تھا اس کے بعد تعطل ہو گیا اور طویل عرصے ملاقات نہ ہو سکی اور اچانک ان کی مفارقت کی منحوس خبر ملی۔ ان کی موت پر ہر آنکھ اشکبار ہے اپنے کیا پرائے کیا ہر ایک کا دل رنجور ہے، کائنات کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے یعنی اپنے پیاروں کی جدائی۔ آخر ش ہر ایک کو جدا ہونا ہے اور جدائی کا یہ عمل انسانی سطح پر ایک گہرے کرب کی علامت بن جاتا ہے لیکن یہ ایک ابدی سچائی ہے جس سے کائنات کے کسی موجود کو مفر نہیں ہے۔

رشید حیدر رضوی

استاد اسد علی خان (نیو دہلی، انڈیا)

دین دار و عزادارِ سید الشہداء علیہ السلام

سید صادق علی نقوی کے اوصاف بیان کرنا یا احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ وہ اپنے اخلاق، خلوص، محبت و شفقت کی بنا پر ہر دل عزیز تھے، نہایت پروقار شخصیت کے حامل تھے، وہ نہ صرف بانیٔ انجمن تھے بلکہ اپنے آپ میں ایک انجمن تھے۔

میری ان سے پہلی ملاقات ۱۹۸۱ء میں اس وقت ہوئی جب اپنے فرزند سید غلام مصطفیٰ نقوی کا رشتہ میری بھانجی بدمیس نقوی سے کرنے کے لیے تاریخ لینے آئے تھے میں اس وقت کراچی میں موجود تھا، میں نے ان سے عرض کی کہ اگر آپ کی کچھ شرائط ہیں تو ضرور فرمائیں، سید صاحب کہنے لگے کہ میری جھولی میں امام کی اس ذاکرہ کو ڈال دیں اور مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ میں اور میرے خاندان کے تمام افراد ان کے اوصاف سے بہت متاثر ہوئے اور ہم ایک گہرے رشتے میں بندھ گئے۔ بہت عزت و احترام کے ساتھ مجھ سے ملتے تھے۔ ان کا اچانک اس دار فانی سے کوچ کر جانا ایک عظیم سانحہ و بہت بڑا خلاء ہے۔

میری اور جملہ اہل خانہ و خاندان کی دعا ہے کہ پروردگار عالم بہ صدقہ اہلبیت اطہارؑ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

سوگوار و غم گسار

استاد اسد علی خان

الجامعة الامامیہ

ناظم آباد ۲۔ کراچی

یہ دنیا دار فانی ہے اور موت ایسی اصل حقیقت ہے کہ جس سے کسی ذی حیات کو مفر نہیں ہے۔ لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی رحلت سے شدید صدمہ ہوتا ہے۔

جناب سید صادق علی نقوی صاحب بھی ایسی ہستی تھے۔ موصوف کی موت سے ان کے اہل خاندان کو جو صدمہ ہوا ہے وہ اپنی جگہ لیکن جس طرح وہ مراسم محرم عزاداری اور مجالس سید الشہداء کا اہتمام کرتے تھے اس حوالے سے پوری قوم ان کے لیے سوگوار ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ چہاردہ معصومین کے صدقے ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

شبیر الحسن

ٹرسٹی

جامعہ امامیہ ٹرسٹ

ناظم آباد۔ ۲

مولانا مشتاق شاہدی

وہ جس کی پہچان عزاداری سید الشہداءؑ تھی

اہلبیتؑ رسالت کے مخلص موالی اور سید الشہداءؑ کے عزادار جناب سید صادق علی نقوی مرحوم کی وفات ہر موالی اہلبیتؑ کے لیے یقیناً صدمے کا باعث ہے اور ایسا موالی اہلبیت کہ جو عزاداری سید الشہداء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے میں معروف ہو اور اس کی پہچان بھی اسی حوالے سے ہو تو یقیناً وہ مسلسل ذکر خیر سے باقی رہنے والا مومن ہے، خداوند عالم اس موالی کو انھی ذوات مقدسہ کے جوار میں جگہ عطا فرمائے کہ جن کی محبت اور ولا اس کی پہچان تھی۔

غم گسار
مولانا مشتاق شاہدی

پروفیسر سید علی امام رضوی

جنرل سیکریٹری، مجلس ذاکرین امامیہ، کراچی

اس کرہ ارض پر اربوں انسان زندگی بسر کر رہے ہیں، کچھ اپنے لیے کچھ دولت کے لیے کچھ، حکومت کے لیے کچھ اپنوں کے لیے، کچھ غیروں کے لیے، کچھ عزیزوں کے لیے، کچھ دوستوں کے لیے ان ہی میں کچھ انسان ایسے ہیں جو کائنات کی سب سے بڑی ہستی جناب محمد مصطفیٰ کی آل کی محبت کو سینے میں بسائے ہوئے ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں کوشاں ہیں، اسی مقصد کو انھوں نے اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا ہے۔ وہ زندہ ہیں تو حب آلؑ میں، مرتے ہیں تو یادِ آلؑ میں، ان ہی اربوں انسانوں میں ایک سید صادق علی نقوی صاحب تھے جو امام حسینؑ کی عزاداری کو سعادت سمجھتے تھے، حسینؑ کی محبت میں جیے، حسینؑ کی محبت میں مرے، خداوند کریم انھیں جوارِ امام حسینؑ میں جگہ دے۔ آمین۔

شریکِ غم
سید علی امام رضوی

خطیب در بتولؑ علامہ سید فرقان حیدر عابدی

تعزیتی پیغام

مرحوم سید صادق علی نقوی امام حسینؑ کا فرش عزا بچھانے والے تھے، دنیا میں اس سے بڑا شرف کچھ نہیں رسول اکرم کا ارشاد ہے "جو رویا جس نے رلایا، جس نے اہتمام کیا اس پر جنت واجب ہے"۔ مرحوم سلسلۂ امام نقیؑ سے تھے، انتہائی شریف النفس انسان تھے، ذاکروں کی بڑی عزت کرتے، انجمنوں کی حوصلہ افزائی کرتے، فروغ عزا میں آپ کا بہت بڑا کردار تھا۔ مرحوم اپنی ذات میں خود ایک انجمن تھے۔ آپ کو خدا نے ایک بیٹا عطا کیا جو مولا حسینؑ کا بہت بڑا عزادار ہے، سوا دو ماہ گھر میں عزاء حسینؑ کا اہتمام ہوتا ہے، پھر خدا نے مرحوم کو بہو بھی دی تو بہترین نوحہ خواں، عالمی شہرت یافتہ ندیمہ نقوی کا نام پاکستان کی مشہور مرثیہ خواں، نوحہ خواں میں ہوتا ہے۔

میرا واسطہ کربلا میں ہوا جب علی اکبرؑ کے مقام پر ندیمہ نقوی نے علی اکبر کا نوحہ جو کہ محشر لکھنوی صاحب نے لکھا، کہتی تھی یہ ماں خوں بھری میت سے لپٹ کر، ہے ہے علی اکبر، کربلا کی سرزمین رو رہی تھی۔

خدا مرحوم کو شہدائے کربلا کے قرب وجوار میں جگہ عطا فرمائے۔

مصطفیٰ نقوی آپ خوش قسمت ہیں، آپ کے عزادار بابا نے آپ کی گود میں دم توڑا اور یا علی یا حسینؑ کہتے ہوئے ان کی بارگاہ میں ہمیشہ کے لیے چلے گئے۔

خدا آپ کو آپ کی والدہ کو، بہنوں کو اور بچوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

غم میں شریک

علامہ سید فرقان حیدر عابدی

علامہ کرامت عباس حیدری (لاہور)

عزاداری کا دلدادہ

مستقل جنت کے رہائشی جناب سید صادق علی نقوی مرحوم کی تعریف و توصیف میں کیا عرض کروں، کچھ لوگوں کی زبانی معلوم ہوا، کچھ میں نے خود مشاہدہ کیا کہ مرحوم کو علاوہ ذکر حسینؑ کے کسی اور بات میں قطعی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے جب بھی ملاقات کی مجلس و ماتم کی باتوں کے علاوہ کوئی تذکرہ ان کی زبان سے نہیں سنا۔ مرحوم اپنے گھر میں عزاداری کے ماحول کو مستحکم کر گئے ہیں جسے انشاء اللہ ان کے فرزند مصطفیٰ نقوی آگے بڑھاتے رہیں گے اور اس طرح عزاداری کا سلسلہ سینہ در سینہ منتقل ہوتا رہے گا۔

جانے والے کبھی نہیں آتے
جانے والوں کی یاد آتی ہے

خداوند کریم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے متبرک سائے میں ان کو پناہ دے آمین۔

شریکِ غم
علامہ کرامت عباس حیدری

مولانا مرزا محمد اطہر (پی آئی بی، کالونی)

آہ سید صادق علی نقوی

مجھے آج معلوم ہوا کہ میرے دوست صادق علی نقوی بھی جنت آشیان ہو گئے۔

ان کا اخلاق، محبت اور مسکراتا ہوا مطمئن چہرہ بار بار نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔

میں نے ان کے عزاخانہ لیاقت آباد میں برسوں محرم کے عشرے سے خطاب کیا ہے۔ مرحوم مجھے بڑی عزت و محبت سے بلاتے اور مجالس عزا کا اہتمام بڑی محنت سے کرتے۔ مجلس سے پہلے اور مجلس کے بعد عزاخانے سے ملحق کمرے میں علمی نشست ہوتی۔ اختلافی مسائل پر میں نے ان مجالس میں کبھی گفتگو نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اخلاق کی وجہ سے اہل سنت برادران بھی ان مجالس میں شریک ہوتے رہے۔

مجمع زیادہ ہوتا تھا اس لیے لاؤڈ اسپیکر ضروری تھا، ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لاؤڈ اسپیکر پر پابندی لگ گئی، مگر صادق بھائی ڈٹ گئے اور انھوں نے تھانے والوں سے صاف کہہ دیا کہ آپ اجازت دیں یا نہ دیں لاؤڈ اسپیکر ضرور لگے گا۔ میں دس دن تک روز ایک آدمی کی گرفتاری پیش کروں گا۔ اچھا زمانہ تھا، کچھ شرافت باقی تھی، صادق بھائی کے دلائل معقول تھے اس لیے اجازت مل گئی۔ ان کا عزاخانہ اب بھی باقی ہے اور انشاء اللہ باقی رہے گا۔ اور ذکر علیؑ و ذکر حسینؑ ہوتا رہے گا کہ اسی ذکر سے اسلام کی بقا وابستہ ہے۔

اور آخر میں ہماری پھر یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا کرے اور آپ کے اعزا و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

عقیدت کیش

مرزا محمد اطہر

سید حسن صغیر عابدی

عزاداری ہماری شہ رگِ حیات ہے

عزاداری سید الشہداءؑ کے کسی وقت یا سن و سن کی قید نہیں ہوتی۔ صرف خون کی شرافت اور جذبہ جوان ہونا چاہیے اور اس کا جیتا ثبوت مشہور و معروف مذہبی اور قومی شخصیت جناب سید صادق علی نقوی المعروف سید صاحب تھے۔ جو گزشتہ دنوں اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے اور عزاداری کے حوالے سے بہترین نمونہ چھوڑ گئے۔ مرحوم کی جب سے میری ملاقات ہوئی اور جب گفتگو کرنے کا موقع ملا انھیں ایک سچا اور پکا حسینی پایا۔ ان کی ہر سوچ اور ہر عمل کا اختتام صرف اور صرف مجلس حسینؑ ہوا کرتا تھا۔

مرحوم صادق علی کو ہم اس لیے بھی خراج تحسین پیش کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں کہ مرحوم نے کافی مدت کے سکوت کو توڑتے ہوئے لیاقت آباد کی ان گلیوں اور کوچے میں حسینؑ حسینؑ اور ماتم کی صدا گنگھوٹ انداز میں شروع کرایا جب کہ آج بھی لوگ ان علاقوں میں خوف سے جانا بھی پسند نہیں کرتے۔ عزاداری تو دور کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مومنین کو ان کے اس ناقابل فراموش عمل پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو بارگاہ سید الشہداءؑ میں اعلیٰ مقام پر جگہ عطا فرمائے۔

شریک غم

سید حسن صغیر عابدی

انجمن تبلیغ امامیہ (رجسٹرڈ)

آہ سید صادق علی مرحوم

ایک نہایت خوش اخلاق وضع دار اور عزادار انسان تھے، فروغ عزاداری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور بڑی سے بڑی مخالفت سے ٹکرا جاتے تھے، کبھی اپنی جاں کی پرواہ نہیں کی اور لیاقت آباد کے پر آشوب ماحول میں بھی عزاداری کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جبکہ لیاقت آباد میں شیعہ اور عزاداری برائے نام رہ گئے ہیں آپ نے اپنے سالانہ پروگرام میں اور اضافہ کر کے بڑی بڑی مجالس قائم کی۔ دو مہینہ آٹھ دن آپ کے ہاں عزاخانہ سجا رہتا ہے۔ آپ نے ۱۹۵۷ء سے لے کر آج تک بڑی عزت اور پروقار طریقے سے اپنی زندگی گزاری، دوسرے حضرات بھی بڑی عزت واحترام سے آپ کا نام لیتے ہیں اور یاد کر کے روتے ہیں۔ ان کے فرزند جناب سید غلام مصطفیٰ نقوی صاحب جو کہ میرے بھوئی ہوتے ہیں اپنے والد کے لائق فرزند ارجمند ہیں، اپنے گھر کی عزاداری کے تمام فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں۔ قومی امور میں بھی پیش پیش رہتے اور انجمن تبلیغ امامیہ کی سرپرستی بھی فرمارہے ہیں۔

سید عترت حسین عابدی عرف عشن بھائی شہید عاشورہ اور سید بہادر علی جعفری مرحوم انجمن کے بانیان میں سے تھے۔ خواتین کی انجمن تبلیغ امامیہ کا وجود بھی اسی حصے کی ایک کڑی ہے۔ برجیس نقوی صاحب بیاض ایک بہت ہونہار، باصلاحیت اور پرکشش آواز کی مالک ہیں، انھوں نے نوحہ خوانی میں بھائی کے ساتھ ساتھ بڑی عزت اور نام پیدا کیا ہے۔ مرحوم اپنی بہو کی بھی نوحہ خوانی بہت پسند کرتے تھے۔ میری نوحہ خوانی سید صادق علی مرحوم کو بہت پسند تھی، انجمن تبلیغ امامیہ کے ابتدائی دور سے اور آج تک میں وہاں نوحہ خوانی کر رہا ہوں۔ مرحوم بڑی محبت کرتے تھے۔ آپ شروع ہی سے تمام انجمنوں سے محبت کرتے تھے۔

پہلی محرم سے لے کر نو محرم تک روزانہ شہر کی مشہور انجمنیں نوحہ خوانی کرتی تھیں۔ ان کا ہر انجمن سے اپنی ذات میں عملی کردار وابستہ رہا ہے۔ بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ وہ خود اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ہم اراکین انجمن تبلیغ امامیہ دعاگو ہیں کہ مرحوم کو اللہ تعالیٰ اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔

سوگوار
ناظم حسین (صاحب بیاض)
انجمن تبلیغ امامیہ (رجسٹرڈ)

☆☆☆

تبلیغ امامیہ (رجسٹرڈ) / گوہر جارچوی

نوحہ

ذوالجناح آیا ہے، ذوالجناح آیا ہے

تین دن کا پیاسا تھا اور قریب تھا پانی
تشنہ لب تھے شہ اس نے یوں نہیں پیا پانی
جذبہ وفاداری اس طرح نبھایا ہے
ذوالجناح آیا ہے، ذوالجناح آیا ہے

فاطمہؑ کے دلبر کی ہر نفس حفاظت کی
اپنے جسموں پر روکا تیر جب چلا کوئی
زخم کھائے ہیں اس نے، خون میں نہلایا ہے
ذوالجناح آیا ہے، ذوالجناح آیا ہے

خوں میں تر شہادت کی چند آیتیں لے کر
قتل گہ سے آیا ہے کچھ امانتیں لے کر
جو تھا شاہ کے سر پہ وہ عمامہ لایا ہے
ذوالجناح آیا ہے، ذوالجناح آیا ہے

آنسوؤں کے لہجے میں ہر ستم بتائے گا
بے زبان ہے لیکن حال غم سنائے گا
کیا ستم ہوئے شہ پر کس نے ظلم ڈھایا ہے
ذوالجناح آیا ہے، ذوالجناح آیا ہے

کر رہے ہیں کیوں ماتم تین دن کے تشنہ لب
کیوں سکینہؑ روئی ہیں کیوں تڑپ گئیں زینبؑ

سر پہ خاک مقتل ہے چشم تر ہیں دل مضطر
خون بہائی آنکھوں سے بے بسی کا ہے منظر
قتل شاہِ والا کی یہ سنانی لایا ہے
ذوالجناح آیا ہے، ذوالجناح آیا ہے

سر جھکائے رو رو کے یہ کہا اشارے سے
ہو گیا جہاں خالی شاہِ دیں کے پیارے سے
دین بچالیا شہ نے اپنا سر کٹایا ہے
ذوالجناح آیا ہے، ذوالجناح آیا ہے

دخترِ پیمبر کا گھر اجڑ گیا گوہر
قتل ہوگئے سرور غم کی یہ خبر لے کر
خاک اڑاتے مقتل سے سوگوار آیا ہے
ذوالجناح آیا ہے، ذوالجناح آیا ہے

☆☆☆

تبلیغ امامیہ (رجسٹرڈ) / محشر لکھنوی

(خواتین)

نوحہ

کہتی تھی روتے فاطمہ زہراؑ نہ چھوڑنا
عباسؑ میرے لال کو تنہا نہ چھوڑنا

پالا ہے پیس پیس کے دن رات چکیاں
ہاتھوں پہ میرے آج بھی چھالوں کے ہیں نشاں
شبیرؑ کو زمیں پہ تڑپتا نہ چھوڑنا
عباسؑ میرے لال کو تنہا نہ چھوڑنا

مقتل میں جب اُٹھائے گا کڑیل جواں کی لاش
ہوگا میرے حسینؑ کا دل غم سے پاش پاش
دینا سہارا اپنا سہارا نہ چھوڑنا
عباسؑ میرے لال کو تنہا نہ چھوڑنا

دیکھو حرم نہ ہوں کہیں مقتل میں بے ردا
تم ہی تو ایک ہو میرے بچوں کا آسرا
بیٹا درِ حسینؑ کا پہرا نہ چھوڑنا
عباسؑ میرے لال کو تنہا نہ چھوڑنا

وہ ہے وفا تمھاری شبیرؑ کو ناز ہے
اور بازوؤں پہ فاتحِ خیبرؑ کو ناز ہے
گھیریں اگر حسینؑ کو اعدا نہ چھوڑنا
عباسؑ میرے لال کو تنہا نہ چھوڑنا

کرب و بلا سے لٹ کے جو آنا حرم کے ساتھ
مشکِ سکینہ بھی ہو تمہارے علم کے ساتھ
چھ ماہ کے صغیر کا جھولا نہ چھوڑنا
عباسؑ میرے لال کو تنہا نہ چھوڑنا

شاید کے آ نہ جائے سکینہ فرات پر
اصغر کے واسطے لیے کوزہ فرات پر
اب حشر تک فرات کا قبضہ نہ چھوڑنا
عباسؑ میرے لال کو تنہا نہ چھوڑنا

عباسؑ کے علم کا پھریرا ہے سائباں
محشر علم کا پنجہ شفاعت کا ہے نشاں
محشر میں فاطمہؑ کا یہ نوحہ نہ چھوڑنا
عباسؑ میرے لال کو تنہا نہ چھوڑنا

٭٭٭

انجمن معین العزا (رجسٹرڈ)

صادق نہ بھولے قولِ رسالت مآبؑ کو
صادق ہے موت کہہ کے گلے سے لگا لیا

یہ دنیا فانی ہے بقول شاعر "ہم کیا رہیں گے جب نہ رسولِ خدا رہے" ہر شخص اپنی زندگی کے مقرر ماہ و سال پورے کر کے اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا ہم روزانہ تابوت میں کاندھوں پر سوار جانے والے مسافرانِ راہ عدم کو بھی دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کرتے کہ ہمارے یہ تمام جدوجہد و خواہشات عبث عارضی ہیں یہ بے وفا و ناپائیدار دنیا کسی سے وفا نہیں کرتی۔ انسان کے ساتھ دولت شہرت نہیں اس کے اعمال جائیں گے جو محشر کے دن ہماری سزا وجزا کا تعین کریں گے آیئے ہم سب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حق محمدؐ و آلِ محمدؐ ہمیں نیک اور اچھے اعمال کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

میرے لیے یہ بڑا مشکل کام ہے کہ مرحوم سید صادق علی نقوی کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کروں کیونکہ مرحوم کی ذاتی زندگی کے بارے میں میرا زیادہ مشاہدہ نہیں ہے اور مرحوم صادق علی نقوی میری نوجوانی کے دور میں ہی یعنی ۱۹۸۱ء کے آخر میں گوشہ نشینی اختیار کر چکے تھے مگر انجمن سے دلی و ذہنی وابستگی کی وجہ سے وہ خاص خاص پروگراموں میں شریک ہوتے تھے جہاں وہ انتہائی سنجیدہ اور حسن و اخلاق کا پیکر نظر آتے تھے میں جناب صادق علی مرحوم کے بارے میں جو کچھ بھی تحریر کر رہا ہوں وہ بحیثیت انجمن ہذا کے جنرل سیکریٹری کے، میں نے انتہائی ذمہ داری سے انجمن ہذا کے ریکارڈ، تاحیات صدر جناب ابو محمد رضوی اور سینئر ممبران سے معلومات کر کے حاصل کیا ہے۔

سید صادق علی نقوی مرحوم انجمن کے ان سینئر اراکین میں شامل تھے جنھوں نے ۱۷ ر ستمبر ۱۹۵۲ء کو جناب سید مشتاق مرتضیٰ نقوی مرحوم (بانی انجمن معین العزا، رجسٹرڈ) کی

اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں حصہ لیا کہ کراچی میں عزاداری کے فروغ کے لیے لیاقت آباد کے اے ایریا میں انجمن کا قیام عمل میں لایا جائے اور جس کے نتیجے میں انجمن معین العزاء (رجسٹرڈ) کی بنیاد پڑی۔ آپ انجمن ہذا کے اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے سب کے ساتھ کوشاں رہے اور انجمن کی ترقی و نیک نامی کے لیے بہتر سے بہتر مشورہ اور عملی طور سے جدوجہد کرتے رہے۔ خاص طور پر مرحوم کو نوحہ خوانی و ماتم داری سے دلچسپی تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آپ نے انجمن ہذا کے ماتمی دستے میں اہم کردار ادا کیا اور دستہ سیکریٹری و سالارِ دستہ جیسے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ آپ کے زمانے میں کراچی میں عزاداری عروج پر تھی اور مشہور و معروف انجمنیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج بھی موجود ہیں اپنے اپنے اندازِ نوحہ خوانی و ماتم داری کے حوالے سے شہرت رکھتی تھیں، لیکن ہماری انجمن کی شہرت صرف ماتمی دستے تک محدود نہ تھی بلکہ دوسری مذہبی و سماجی خدمات بھی انجمن ہذا بخوبی ذمہ داری سے ادا کر رہی تھی جس میں مرحوم جناب رضا الہ آبادی اور ابو محمد رضوی کے شانہ بہ شانہ کام کیا کرتے تھے۔ ہم آج بھی ان اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں۔

بہر کیف اُس وقت کی کابینہ نے دستے کے سلسلے میں جو ذمہ داریاں اور اُصول مرتب کیے جن یعنی اچھے سے اچھا کلام بہتر سے بہتر انداز میں پیش کیا جائے ماتم داری میں خلوص و تنظیم کا خاص خیال رکھا جائے جس سے عزاداریٔ امام مظلومؑ کو فروغ حاصل ہو، کسی دوسری انجمن سے اختلافی مسئلے میں قطعی نہ الجھا جائے۔ اس سلسلے میں مرحوم صادق علی نقوی نے اپنی ذمہ داریوں کو بڑی خوش اسلوبی سے پورا کیا جبکہ کئی واقعات ایسے ملتے ہیں جہاں بعض انجمنوں نے اپنے غیر اخلاقی رویے سے جھگڑے کی صورت حال پیدا کی اور مرحوم صادق علی نقوی کی شخصیت کو نقصان پہنچانے کی بھی کوشش کی مگر آپ نے انتہائی صبر و تحمل کا مظاہر کیا جبکہ ان کے ہم عصر جانتے ہیں کہ آپ اپنی ذاتی زندگی میں بھی کسی کی تیز آواز برداشت نہیں کرتے تھے مگر عزاداریٔ امام مظلومؑ کی وجہ سے انھوں نے انتہائی صبر کا مظاہرہ کیا جبکہ اگر یہ ان کا ذاتی مسئلہ ہوتا تو میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ پھر واقعہ کا رُخ کچھ اور ہی ہوتا۔

مختصراً یہ کہ مرحوم کی شخصیت کے بارے میں جو مجموعی تاثر ملتا ہے کہ آپ عزادری امام مظلوم کے سلسلے میں بڑی سے بڑی بات اور تکالیف برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے آپ نے بطور دستہ سیکریٹری اپنی ذمہ داریوں کو بڑی دیانت داری اور خوش اسلوبی کے ساتھ سر انجام دیا۔ آپ نے نوجوان اراکین کو ماتم کے ایک خاص اسلوب سے روشناس کرایا یہی وجہ ہے کہ آج

نیک اراکین ان کے دور کی مثالیں دیا کرتے ہیں۔ آپ ایک اچھے عزادار کے ساتھ ساتھ بڑے خوب صورت سامع بھی تھے اور بڑے والہانہ انداز میں توجہ خواں، شعراء وغیرہ کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ اپنے بزرگوں اور بڑوں کا بے حد احترام کرتے تھے جبکہ چھوٹوں کے ساتھ بڑی محبت و شفقت سے پیش آتے تھے۔

میں آخر میں اپنی، صدر ہذا و اراکین انجمن ہذا کی جانب سے دعا گو ہوں کہ پروردگار ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم صادق علی نقوی کو محمدؐ و آل محمدؐ کے صدقے میں جنت الفردوس میں بلند درجہ عطا فرمائے۔ (آمین)

سوگوار

سلمان مجتبیٰ نقوی (جنرل سیکریٹری)

ابو محمد رضوی (صدر)

و اراکین انجمن معین العزاء (رجسٹرڈ)

انجمن ذوالفقار حیدری (رجسٹرڈ)

آہ سید بھائی

صد افسوس کہ میں سید صادق علی نقوی (سید بھائی) کو مرحوم لکھ رہا ہوں۔ مولائے کائنات کے عاشق اور عزاداری سید الشہداؑ سے گہرا لگاؤ رکھنے والے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ چہاردہ معصومین علیہم السلام اور شہیدان کربلا کے صدقے میں ان کی مغفرت کرے اور تمام اہل خانہ و عزیز و اقربا بالخصوص ان کے فرزند مصطفیٰ نقوی (محمد میاں) برادران ناطق علی نقوی اور راشد علی نقوی کو صبر جمیل عطا کرے۔

میرا ان کے ساتھ کافی وقت گزرا ہے، ان کو بہت قریب سے دیکھا ہے، وہ ایک باہمت اور باصلاحیت انسان تھے۔ مجلس و ماتم سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے، اپنے دور کے اچھے ماتمی شمار کیے جاتے تھے۔ ان کی خدمات مذہبی حوالے سے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ انجمن معین العزاء اے ایریا، لیاقت آباد کے بانیوں میں سے ایک تھے۔ مسجد و امام بارگاہ پنجتنی اے ایریا، لیاقت آباد کی بنیاد رکھنے میں پیش پیش رہے۔ اپنے گھر پہ انھوں نے ایک شب عزاء کی بنیاد رکھی جس میں ہر سال شہر کی معروف انجمنیں نوحہ خوانی و سینہ زنی کرتی ہیں۔

میں اور اراکین انجمن ذوالفقار حیدری دعاگو ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ان کے صاحب زادے محمد میاں عزاداری سید الشہداؑ میں اور اضافہ کریں گے۔

شریکِ غم

سید آل حیدر رضوی

(صاحب میاں)

انجمن ذوالفقار حیدری / وصی فیض آبادی

سلام

فردِ اعمال میں بس اشک ہمارے ہوں گے
حشر کے دن یہی بخشش کے سہارے ہوں گے

قبر میں چین سے سوئیں گے عزادارِ حسینؑ
آنکھ کھولیں گے تو کوثر کے کنارے ہوں گے

قافلہ خلد کی جانب جو بڑھے گا اپنا
راہبر حضرت عباسؑ ہمارے ہوں گے

اہلِ ماتم کو بھلا روک سکے گا کوئی
بابِ جنت پہ جو زہراؑ کے دلارے ہوں گے

جام اشکوں کے لیے کرب و بلا تک پہنچو
دیکھتے راہ وہاں پیاس کے مارے ہوں گے

کن تمناؤں سے اٹھارہ برس زینبؑ نے
کتنے صدقے رخِ اکبرؑ سے اتارے ہوں گے

ماں کو شادی کے تھے ارمان بہت، تھی نہ خبر
یہ جواں ہوں گے تو اللہ کو پیارے ہوں گے

اس کو اِک ماں ہی سمجھ سکتی ہے بعد اکبرؑ
کیسے دن زیست کے لیلیٰ نے گزارے ہوں گے

دل کا کیا حال ہوا ہوگا علی اکبرؑ جب
لے کے مرنے کی رضا ماں کو سدھارے ہوں گے

رولو آج ہاتھوں سے سر پیٹ کے اصغر کو رباب
کل کو رسی میں بندھے ہاتھ تمہارے ہوں گے

☆

انجمن محمدی قدیم (رجسٹرڈ)

تعزیتی پیغام

جناب سید محمد صادق عمانی نقوی کے انتقال کے سلسلے میں تعزیتی پیغام کسی مخصوص انجمن کے عہدے داران یا اراکین کے نام دینا مناسب نہیں کیوں کہ مرحوم جن کو میں سید بھائی کہتا تھا انجمن محمدی قدیم ہی کیا کراچی کی چند مشہور و معروف انجمنوں سے بھی متعلق تھے بلکہ وہ اپنی ذات میں خود ایک انجمن تھے۔ سید بھائی ایک فعال عزادار ہونے کے ساتھ ساتھ مذہبی، قومی و سماجی رہنما بھی تھے۔ ان کی موت سے ان کے فرزند سید غلام مصطفیٰ نقوی، برادران، ہمشیرگان، دختران، خواہر نسبتی جناب توقیر صاحب و دیگر عزیزوں کو جو صدمہ پہنچا ہے ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور پروردگار عالم سے دعا گو ہیں کہ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

ان کے فرزند جناب سید غلام مصطفیٰ نقوی کی خواہش پر ایک "سلام" ہدیہ عقیدت ہے۔

شریکِ غم
سید آفاق حسین رضوی
سید علم دار حسین رضوی
اور اراکین انجمن

انجمن محمدی قدیم (رجسٹرڈ)

سلام

الفتِ آلِ پیمبرؐ میں جو مر جاتے ہیں
بس زمانے میں وہی نام بھی کر جاتے ہیں
اس بدلتی ہوئی دنیا سے جو ڈر جاتے ہیں
سچ ہے کہ موت سے پہلے ہی وہ مر جاتے ہیں
آج بھی مرتے ہیں جو لوگ رواداری پہ
دیکھئے حشر میں وہ لوگ کدھر جاتے ہیں
جن پہ ہو نام علی بحرِ حفاظت لکھا
بس سفینے وہی طوفاں سے گزر جاتے ہیں
حُر یہ کہتا تھا ابنِ سعد سے تو کیا جانے
جو حیادار ہیں ہیں وہ بات پہ مر جاتے ہیں
ہم نہیں روکتے باطل کے طرفداروں کو
شوق سے جائیں جہنم میں اگر جاتے ہیں
یہ تو کہتے ہیں پہنچتا نہیں کچھ مُردوں کو
قبر پہ فاتحہ پڑھنے کو مگر جاتے ہیں
آیئے آپ گزر جایئے پرچم لے کر
آگ پر لے کے علم ہم تو گزر جاتے ہیں

انجمن مومنین حیدری (رجسٹرڈ)

آہ سید صادق علی نقوی (مرحوم)

ایک نیک انسان اور بہت بڑے عزادارِ حسینؑ تھے۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف غم حسینؑ تھا۔ انھوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ عزاداری کے فروغ کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ ان کی بڑی خدمات ہیں، لیاقت آباد کی عزاداری میں ان کا بڑا حصہ تھا وہ، شیعہ قوم میں سید صاحب کے نام سے بڑے مشہور تھے اور انجمن معین العزاء کے روح رواں تھے، یا یوں کہیے کہ وہ اپنی ذات میں مجسم انجمن تھے جہاں کہیں وہ جاتے لوگ اُن کو دیکھتے ہی کہتے کے معین العزاء آ گئی۔ انجمن کو ترقی کی راہ پر کھڑا کرنے میں سید صاحب اور رضا صاحب مرحوم اور ابو محمد بھائی کی بڑی خدمات اور قربانی ہے کیوں کہ ان تینوں حضرات کی وجہ سے انجمن نے ایک مقام حاصل کیا اور انجمن کے صاحب بیاض شبر بھائی کو متعارف کرانے میں ان تینوں حضرات نے بڑا کردار ادا کیا۔ سید صاحب کے گھر پر بڑی قدیمی مجلس کا سلسلہ ۱۹۶۰ء سے اب تک اُسی طریقے سے جاری رکھا ہے جس میں شہر کی ممتاز انجمنیں یکم محرم سے نویں محرم تک نوحہ خوانی و سینہ زنی کرتی تھیں۔ یہ وہ عزادار تھا جب لیاقت آباد میں عزاداری تقریباً ختم ہو چکی تھی یا یوں کہیے کہ نہ ہونے کے برابر ہو گئی تھی کیونکہ لیاقت آباد عزاداری کا مرکز تھا، ۱۹۸۳ء میں تقریباً تمام مومنین لیاقت آباد چھوڑ کر دوسری جگہوں پر منتقل ہو گئے لیکن یہ وہ مردِ مومن تھا جس نے اس پر آشوب دور میں بھی اُسی مقام پر مجلس حسینؑ کا اہتمام اُسی شان سے کیا اور اپنی آخری سانس تک عزاداری کرتے رہے اور اپنے فرزند مصطفیٰ نقوی کو بھی اُسی راستے پر گامزن رہنے کی تاکید کی کہ بیٹا مجلسِ حسینؑ ہی ہماری زندگی کا مقصد ہے اس سے کبھی غافل نہ ہونا اور اسی شان سے مولاؑ کا غم منانا۔ سید صاحب نے امام بارگاہ پنجتنی کی بنیاد رکھی۔ اُس زمانے کی معروف شخصیات میں ان لوگوں کا شمار ہوتا تھا جیسے مومنین حیدری کے یوسف علی عابدی، ظفر الایمان کے سجاد بھائی،

ذوالفقار حیدری کے بادشاہ مرزا، تبلیغ امامیہ کے بہادر علی جعفری پیارے بھائی، محمدی قدیم کے حیدر بھائی، معین العزا کے رضا بھائی، حیدریہ کے جن بھائی، حیدری علی بستی کے سید صاحب، مومنین حیدری کے نفیس الحسن اور علی اصغر وفا، تبلیغ امامیہ ہی کے عترت حسین (مٹن بھائی)، معین العزاء کے ابو محمد رضوی، تحفظ حقوق شیعہ سید توکل حسین عابدی، عزاداریہ کے شکیل اختر۔ ان لوگوں نے عزاداری کے فروغ کے لیے بڑا کام کیا اور ان لوگوں کا مقصد یہی تھا کہ مجلسِ عزا اور شب بیداری شاندار طریقے سے ہونا چاہیے اور یہی ان لوگوں کا مقصد حیات تھا۔ ہماری دعا ہے کہ پروردگار ان لوگوں کو اعلیٰ العلیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل دے۔

شریکِ غم

سید قیصر مہدی

صاحبِ بیاض

انجمن مومنین حیدری (رجسٹرڈ)

سید علی اصغر وفاؔ

(سابق صاحب بیاض انجمن مومنین حیدری)

نوحہ

نام حسین گویا زخموں کا سلسلہ ہے — آنکھوں کی کربلا میں اشکوں کا قافلہ ہے

ہر باشعور انساں یہ راز جانتا ہے — شبیرؑ ہیں خدا کے شبیرؑ کا خدا ہے

یہ کون سا بشر ہے جو اتنا باصفا ہے — جس کے لیے محمدؐ ناقہ بنا ہوا ہے

ہاتھوں پہ مصطفیٰ کے قرآن بیدہؑ ہے — اسلام کی زباں سے ایمان بولتا ہے

کیا پوچھتے ہو ہم سے حر نے بتا دیا ہے — جنت کا کربلا سے اک شب کا فاصلہ ہے

ظلم و ستم کی ہر سو چھائی ہوئی گھٹا ہے — شبیرؑ کو زمانہ پھر آج ڈھونڈتا ہے

کفار کی صفوں میں اک حشر سا بپا ہے — اور شیر فاطمہؑ کا میداں میں گونجتا ہے

تاریخ کربلا جو سمجھا ہے کہہ رہا ہے — صلح حدیبیہ کا یہ جنگ آشنا ہے

مشکل کشا سے کہہ دو بیٹے کی جنگ دیکھیں — خیبر نہیں ہے مولاؑ میدان کربلا ہے

پیری میں نوجواں کا لاشہ اٹھانے والے — کیا شیر فاطمہؑ کے جوہر دکھا رہا ہے

تیر ستم کی زد پہ اصغر تیرا تبسم — باطل کے دل پہ اب تک نشتر لگا رہا ہے

اصغر بتاؤ کیسے ٹھہرے گا قلب مادر — اک آخری سہارا جھولا بھی جل گیا ہے

عموں میرے کہاں ہو آ کر مجھے بچا لو — شمر لعین دیکھو گوہر کو کھینچتا ہے

جس کو لگن ہے دل سے اس کو وفاؔ یقیں ہے
روضے پہ شاہ دیں نے اپنے بلا لیا ہے

انجمن حیدریہ (رجسٹرڈ)

صادق و سچا عزادار

جناب سید صادق علی نقوی میرے عزیزوں میں تھے۔ عزاداری کے پرزور ماحول میں ہم نے ایک ساتھ وقت گزارا، حقیقت یہ ہے کہ وہ انجمن معین العزا کے بانیوں میں سے تھے لیکن ان کی ذات اس قدر وسیع تھی کہ وہ جس انجمن میں کھڑے ہوجاتے لوگ ان کو اسی انجمن کا فرد سمجھتے تھے، محمدی قدیم، ذوالفقار حیدری، حیدریہ، تبلیغ امامیہ، معین العزا بلکہ ہر انجمن کو وہ اپنی ہی انجمن سمجھتے تھے اور افراد انجمن بھی ان کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

۱۹۸۳ء کے فسادات میں جبکہ لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے پر سے اپنے ناموں کی تختیاں ہٹا دی تھیں، صادق بھائی نے اپنے قدم جمائے رکھے وہ ایک نڈر و بے باک عزادار تھے۔ ان کی رحلت سے نہ صرف ان کے اہل خانہ کا بلکہ قوم کا نقصان ہوا ہے۔ میری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ اہلبیتؑ کے سائے میں ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

سوگوار

سید ساجد عابدی (بجن)

انجمن حیدریہ / شوقؔ نونہروی

سلام

حسینیت کا علم جب کوئی اُٹھا کے چلے — یزیدیت سے یہ کہہ دو کہ سر جھکا کے چلے
حسینؑ فخرِ محمدؐ، حسینؑ رشکِ خلیلؑ...... — بھلا ان سے کون جہاں میں قدم ملا کے چلے
وفا کا لفظ ہے عباسؑ تیرے نام کے ساتھ — ہر ایک دور میں سکے تری وفا کے چلے
ہر اک ادا پہ مشیت کو پیار آنے لگا — حسینؑ جانبِ مقتل جو مسکرا کے چلے
چھدی جو مشکِ سکینہ تو حضرتِ عباسؑ — لہو سے اپنے چراغِ وفا جلا کے چلے
یزیدی فوج میں ہلچل مچادی اصغر نے — عجیب شان سے گردن پہ تیر کھا کے چلے
بلائیں لے کے یہ ماں نے کہا خدا حافظ — پدر کی گود میں اصغر جو مسکرا کے چلے
غمِ حسینؑ کے آنسو میں کتنی طاقت ہے — چلے تو آتشِ دوزخ کو بھی بجھا کے چلے
یہ انقلابِ زمانہ نہیں تو پھر کیا ہے...... — جوان لال کی میت پدر اٹھا کے چلے
برہنہ سر ہیں نبی زادیاں سرِ بازار — ہوا کو حکمِ خدا ہے کہ خاک اُڑا کے چلے

ملے جو ثانیِ حیدر سا رہنما اے شوقؔ
تو ساتھ کون کسی اور رہنما کے چلے

☆

انجمن ناصر العزاء (رجسٹرڈ)

آہ سید صادق علی نقوی (مرحوم)

پرانے چراغ بجھتے رہتے ہیں اور ان کی جگہ نئے چراغ فروزاں ہوتے رہتے ہیں۔ آج انجمن معین العزاء جس نے رضا اللہ آبادی مرحوم کی سربراہی میں اہم ترین مقام حاصل کر لیا ہے اس کے بانیوں کا تذکرہ نہ کیا جائے تو ناقدر شناسی ہوگی۔

اس کے علاوہ جناب صادق علی نقوی صاحب مرحوم نے سندھی ہوٹل لیاقت آباد میں کوچہ پنجتن کے پیچھے اپنے مکان میں بھی عزاداری سید الشہداءؑ کا اہتمام (مجلس و ماتم) کی بنیاد ڈالی جہاں کراچی کی انجمنیں نوحہ خوانی کرتی تھیں۔

صادق علی نقوی کے نقوش جب ذہن کے پردوں پر مرتسم ہوتے ہیں تو ایک نہایت مخلص، معاملات کے کھرے سید الشہداءؑ کی عزاداری کے عاشق کا پیکر مجسم ذہن میں آجاتا ہے۔

آپ اپنی ذات میں خود انجمن تھے، اگرچہ وہ آج ہم میں نہیں ہیں مگر ان کی ماتم و نوحے کی صدائیں ہوا کے دوش پر یقیناً جوار جناب سیدہ کونینؑ میں باریاب ہو رہی ہوں گی۔

پروردگار محمدؐ و آل محمدؐ کے صدقے میں ان کی روح کو ابدی سکون عطا فرمائے۔

سوگوار

سید حسین احمد رضوی

انجمن تنظیم الحسینی (رجسٹرڈ)

اپنی آخری سانسوں تک جو عزادار رہا

سمجھ میں نہیں آتا کہ بات کہاں سے شروع کی جائے، ان کی اچانک موت کی خبر سن کر یقین نہ آیا کہ وہ اس طرح ہمیں داغ مفارقت دے جائیں گے۔ وہ جو مجلس حسینؑ کی زینت تھے، جن کا ہر لمحہ ذکر حسینؑ میں گزرتا تھا، آج ہماری نظریں انھیں مجالسوں میں ڈھونڈتی رہتی ہیں، وہ جو ہر ایک کے غم میں شریک رہتے، وہ جو ہر ایک کے کام آتے تھے، اپنے دکھ درد بھول کر دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے، آج وہ ہم میں نہ رہے، وہ جو راہِ حق کے مسافر تھے، جن کی زندگی کا مقصد ہی صرف "عزائے حسینؑ" تھا، جب تک دنیا میں رہے صورتِ خورشید بن کر رہے ......

ہاں...... یہ ہستی وہی ہے جنھیں ہم سید صادق علی نقوی المعروف سید صاحب کے نام سے جانتے ہیں۔ جس نے صورتِ خورشید جیتے ہوئے، کٹھن سے کٹھن حالات میں بھی عزاداری سید الشہداؑ سے ہاتھ نہ اٹھایا، ان حالات میں بھی جب لیاقت آباد شدید قسم کے فرقہ وارانہ فسادات لپیٹ میں تھا اور محبان علیؑ کے گھروں اور املاک کو آگ لگائی جا رہی تھی، سید صادق علی نقوی مرحوم معہ اپنے اہل خانہ کے وہیں ساکن رہے اور وہاں سے ہجرت کرنے پر وقتی طور پر مصلحت سے کام لینا مناسب سمجھا اور کچھ عرصے کے بعد دوبارہ اسی شان و شوکت سے عزاداری سید الشہداؑ کا اہتمام شروع کر دیا۔ وہ اپنی گوناگوں خصائل کے سبب ہر دل عزیز تھے۔

ہماری دعا ہے پروردگارِ عالم انھیں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقے میں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

شریکِ غم

محمد قاسم (فنانس سکریٹری)

انجمن تنظیم الحسینی (رجسٹرڈ)

انجمن حبیب ابن مظاہرؑ

وہ جنہیں بھلایا نہیں جاسکتا

کسی بھی خاندان کے سر پہ اگر اس کے سربراہ کا سایہ نہ رہے تو وہ وقتی طور پر یتیم ہو جاتا ہے کچھ ایسی ہی صورتِ حال ہم اپنے بزرگ سید صادق علی نقوی کے انتقال پر ملال پر محسوس کر رہے ہیں کیونکہ آپ کی ذات ہم سب کے لیے باعثِ فخر ہونے کے ساتھ باعث تقویت بھی تھی۔ یوں تو آپ کی شخصیت کے کئی نمایاں پہلو ہیں مگر ان سب میں نمایاں فروغ عزاداری امام حسین علیہ السلام میں آپ کا کردار ہے۔ فروغ عزاداری کے حوالے سے آپ کراچی کے مرکزی کرداروں میں شمار ہوتے ہیں، بالخصوص لیاقت آباد کی عزاداری کے حوالے سے تو آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں، جس میں نمایاں طور پر مسجد و امام بارگاہ پنجتنی کا قیام اور انجمن معین العزاء کو کراچی میں ایک منفرد مقام دلوانا شامل ہیں۔ آپ نے عزاداری کے فروغ کا سلسلہ صرف اپنی ذات تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اپنے خاندان کے نوجوانوں میں بھی اس جذبے کو مسلسل اجاگر کرتے رہے۔ یہی سبب ہے کہ آپ کے اکلوتے فرزند سید غلام مصطفیٰ نقوی نے بھی عزاداری کے حوالے سے ایک منفرد مقام حاصل کرلیا ہے۔ آپ کی بہو برجس نقوی کی سوز خوانی و نوحہ خوانی کے حوالے سے ایک الگ شناخت ہے۔ بھتیجی سیدہ صدف نقوی نوحہ خوانی میں نام پیدا کر رہی ہیں، بھانجیاں دیبا نجفی و شیبا نجفی بھی نوحہ خوانی و سوز خوانی کے حوالے سے اپنی پہچان کرا رہی ہیں۔ بھتیجوں میں راقم الحروف سید ثاقب علی نقوی حیثیت صاحب بیاض انجمن حبیب ابن مظاہر سے وابستہ ہیں، دوسرے بھتیجے احمد علی نقوی انجمن معین العزاء میں سالار دستہ کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ غرض یہ کہ ہمارے خاندان کا ہر شخص اپنے بزرگ سید صادق علی نقوی کے مشن کو آگے بڑھانے کے جذبے سے سرشار ہے۔ گو کہ مولا کا یہ محبوب عزادار اب ہم میں نہیں رہا مگر اس کی ذات ہم سب کے لیے مشعل راہ ہے۔

سوگوار: بھتیجا سید ثاقب علی نقوی

صاحب بیاض انجمن حبیب ابن مظاہر (کراچی)

انجمن حبیب ابن مظاہر / توصیف نقوی

نوحہ

پرچم حضرت عباسؑ اٹھانے والو
نعرۂ حضرت عباسؑ لگانے والوں
سنو کے علقمہ سے زہرہؑ کی آتی ہے صدا
رہو آباد یونہی اشک بہانے والوں

عباسؑ کی وفا کو سجدہ، سجدہ کرے گی دنیا
شبیرؑ کی غربت پہ رویا کرے گی دنیا

لفظِ وفا کو تو نے عنوان دے دیا
جیسے وفا کا ہم کو قرآن دے دیا
جس کو علم کے نیچے پڑھا کرے گی دنیا
عباسؑ کی وفا کو سجدہ، سجدہ کرے گی دنیا

کرب و بلا کے بن میں لاشے اٹھا رہا ہے
خود اپنے ہی پسر کی تربت بنا رہا ہے
اس بے کسی پہ ہر دم گریا کرے گی دنیا
عباسؑ کی وفا کو سجدہ، سجدہ کرے گی دنیا

دنیا کو تو نے ایسے تسخیر کر لیا
موجوں کی روانی کو زنجیر کرلیا
ہمت کو تیری غازی مانا کرے گی دنیا
عباسؑ کی وفا کو سجدہ، سجدہ کرے گی دنیا

دریا پہ سو رہا ہے شانے کٹا کے غازی
پانی بھی لا سکا نہ خوں کو بہا کے غازی
عباس کے بازو کا پرسہ کرے گی دنیا
عباسؑ کی وفا کو سجدہ، سجدہ کرے گی دنیا

دیکھو وہ جا رہا ہے گردن میں طوق پہنے
تم کو بتا رہا ہے گردن میں طوق پہنے
اس ظلم بے جا پہ سوچا کرے گی دنیا
عباسؑ کی وفا کو سجدہ، سجدہ کرے گی دنیا

توصیف دیکھ لینا ایک روز وہ آئے گا
پرچم میرے غازی کا ہر شخص اٹھائے گا
مجلس میں شہ دیں کی آیا کرے گیا دنیا
عباسؑ کی وفا کو سجدہ، سجدہ کرے گی دنیا
شبیرؑ کی غربت پہ رویا کرے گی دنیا

☆

انجمن جانثاران حسین (امپولی)

آہ سید صادق علی مرحوم

جناب سید صادق علی نقوی مرحوم کو میں جب سے جانتا تھا جب سے میں نے عزاداری کے ماحول میں ہوش سنبھالا۔ مرحوم کو ہمیشہ بحر عزاداری میں غرق پایا۔ وہ اپنے نام طرح صادق تھے۔ ان کی دیرینہ خدمات کی تفصیل بیان کرنے کے لیے وقت کی ضرورت ہے۔ خداوند کریم ان کی روح کو باغ ارم کی خوشبو سے معطر رکھے۔ میں نے ان کی قیام گاہ پر متعدد بار نوحہ خوانی کی ہے اور ان کو ذوق و شوق عزاداری سے اس قدر منسلک و منہمک پایا کہ مجھے خود ان کی ذات سے والہانہ عقیدت ہو گئی۔ ایسے مخلص عزادار دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں۔

سوگوار
اراکین انجمن جانثاران حسین

انجمن العباس کراچی

اہ سید صادق علی نقوی

چند سطور اظہار رنج و غم اور اپنے جذبات ناکافی سمجھتے ہوئے اس سانحہ کو ایک قومی علیہ ہے۔ جو نقصان انجمن معین العزا کیا بلکہ تمام ماتم انجمن کو نقصان ہوا ہے یہ بات میں جناب سید صادق علی مرحوم کی اچانک وفات کے سلسلے میں کہہ رہا ہوں جناب صادق علی کو مرحوم کہنے کو دل نہیں چاہتا اس لئے کے وہ اتنے ہر دل عزیز انسان تھے اور ماتمی انجمن کیلئے محفل رونق تھے۔ بے انتہا مرحوم کی ذات میں اوصاف مضمر تھے جو قوم کیلئے بے بہا خزانہ تھے انجمن کی ترقی اور کامرانی کیلئے نہایت نیک دلی نیک مشورے دیتے تھے اور آج بھی بہت ساری انجمنیں ان کے مشورے سے استفادہ حاصل کر رہی ہیں اور کرتی رہیں گیں۔ صادق صاحب مرحوم ایک سچے مولا کے پیروکار تھے انشاء اللہ بیٹے غلام مصطفیٰ نقوی بھی ان ہی کے اصولوں پر گامزن رہیں گے ہماری دعا ہے اور ہمارے تمام اراکین انجمن کی دعا ہے کہ انجمن معین العزا کے تمام ممبران کو ان کے مشوروں پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ چند سطور لکھنے سے تسلی تو نہیں ہو سکتی وہ بذات خود ہوی محفل انجمن میں ہوا کرتے تھے پروردگار عالم حق محمدؐ وآل محمدؐ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔

مخلص

سید جعفر حسین کاظمی

صاحب بیاض انجمن العباس

غلام مصطفیٰ نقوی

میرے ڈیڈی اور ان کی یادیں

یوں تو ہر شخص ہی کو اپنے بزرگ پیارے ہوتے ہیں اور ولدیت تو گویا اس کی شناخت اور پہچان ہوتی ہے لیکن ڈیڈی محض ایک مہربان اور شفیق باپ ہی نہ تھے ہمارے لیے شجر سایہ دار اور مرے لیے قابل اعتماد مخلص مدد و مشیر رہنما اور دوست بھی تھے۔ وہ ایک سعادت مند بیٹے، اچھے بھائی، شفیق بزرگ، بہترین دوست اور ایک عزادار انسان تھے۔ مجھے ان کی سیاسی و سماجی زندگی اور فعال کردار تو زیادہ یاد نہیں اور نہ ہی اس سے کچھ زیادہ سروکار۔ مجھے ان کی جو چیز سب سے زیادہ بھاتی تھی وہی ان کی شناخت اور وہی ان کا اپنا بھی تعارف اور مابہ الامتیاز اور اعزاز و افتخار ہے اور وہ ہے ان کی عزاداری۔ یہی چیز انھوں نے زندگی بھر کمائی اور یہی کمائی وہ اپنے ساتھ لے گئے اور ہمارے لیے بطور ترکہ و اثاثہ اپنا یہ ورثہ چھوڑ گئے۔ چنانچہ ان کی تدفین سے لے کر سوئم اور آج چہلم تک ہر شعبہ زندگی اور مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والوں خصوصاً عزاداروں کی کثیر تعداد میں شرکت ہمارے لیے طمانیت و تقویت کا باعث ہے ورنہ ہم میں یہ صدمہ سہنے کی طاقت نہ تھی، وقت کا مرہم، خدا کا فضل و کرم اور اہلبیتؑ کا غم ہی ہمارے لیے اس وقت بڑا سہارا ہے جو اس آزمائش کو جھیلنے کا حوصلہ دیے ہوئے ہے اس مجلّہ کی اشاعت کی متعدد وجوہات ہیں پہلی تو وہی فطری خواہش جو ہر اولاد کو ہوتی ہے کہ اس کے بزرگوں کا ذکر خیر تزک و احتشام اور عزت و احترام و خصوصی اہتمام سے ہو۔ دوسری یہ کہ جب نو دولتیوں کے پاس پیسہ آجاتا ہے تو وہ وقت گزرنے اور جانے والوں کے گزر جانے کے بعد اپنے بے ہنر اسلاف کو بھی بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے میرے ڈیڈی نے اپنا آخری وقت خاموشی اور گوشہ نشینی سے گزار دیا لیکن ان کی فعال جوانی اور بھرپور زندگی کے گواہ ابھی الحمدللہ بہ کثرت موجود ہیں اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ ان گواہوں کی موجودگی میں ہی اپنے ڈیڈی کی شخصیت و حیثیت اور خدمات کی توثیق کرالوں اور اسے ہوا میں تحلیل ہونے سے پہلے صفحات پر محفوظ کردوں جس کی وجہ سے

زعمائے قوم اور اعزاو احباب کے تاثرات جمع اور شائع کیے گئے۔ تیسری وجہ اس یادگاری مجلّہ کی اشاعت کی یہ بھی ہے کہ ڈیڈی نے ہم سب کی بھرپور کفالت و خدمت کی اور ہمیں کسی خدمت کا موقع نہ دیا اور اچانک ہمارے درمیان سے اس طرح اٹھ گئے جیسے پھول سے خوشبو جدا ہو جاتی ہے سو خدمت نہ کرنے کی کسک نے بھی مجھے مجبور کیا کہ ان کی یاد کو بھرپور طریقے سے منایا جائے اگرچہ ہم اس کا حق تو ادا نہیں کر سکے نہ ہی کر سکتے ہیں تاہم یہ اطمینان ضرور ہے کہ بساط بھر کوشش سے ایصال ثواب کے دیگر رسمی اقدامات کے علاوہ یہ یادگاری مجلّہ بہ عجلت تمام ترتیب دے کر ہدیۂ قارئین کر دیا ہے جس کے لیے میں محشر لکھنوی صاحب، ناظم حسین صاحب، بر جیس نقوی، محمد قاسم عرف شنے اور ساتھ ہی اپنے تمام اہل خانہ، بزرگوں، اعزاو احباب اور اہل محلّہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں ان کے تعاون اور محبتوں کے لیے دعاگوں ہوں اور ان کی مادی و اخلاقی سرپرستی و رہنمائی اور دلجوئی کے لیے بھی شکر گزار ہوں اور ملتمس ہوں کہ میرے ڈیڈی کی مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا فرمائیں اور ہم لوگوں کو آئندہ بھی اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کریں۔

اولاد اکبر اور شرعی و قانونی ولی و وارث ہونے کی حیثیت سے میں درخواست کرتا ہوں اپنے اور مرحوم کے تمام اعزاو احباب اور متعلقہ افراد سے کہ اگر مرحوم سے یا ہم سے کوئی کوتاہی یا دانستہ و نادانستہ غلطی ہو گئی ہو، کوئی دل شکنی، دلآزاری ہوئی ہو تو للہ ہمیں معاف کر دیں اور اگر کسی کا کوئی مطالبہ، دعویٰ، تقاضہ یا شکوہ یا قرضہ مرحوم کے ذمہ ہو تو مجھ سے رابطہ کریں یا حق خدا معاف فرما دیں تاکہ مرحوم اور ان کے ورثاء دین و دنیا میں مواخذہ و احتساب اور جواب دہی و عذاب سے بچ سکیں۔

والسلام، شکر گزار
غم نصیب...... غلام
مصطفیٰ نقوی

سورۃ فاتحہ

کنیز سیدہ بنت سید حسن قمر عالم
کنیز رقیہ بنت سید حسن قمر عالم
سید خادم حسین نقوی ابن حسن قمر عالم
سید صادق حسین نقوی ابن حسن قمر عالم
سید عاشق حسین ابن سید تفضل حسین
سیدہ شفیق فاطمہ بنت سید مصطفیٰ حسین زیدی
سیدہ مشتاق آمنہ بنت سید مشتاق حسین
سید مشتاق رضا (الہ آبادی) ابن سید مشتاق حسین
عزیز الحسن ابن ظہیر الحسن
سیدہ ام لیلیٰ بنت سید آل محمد رضوی
سید ظہور الحق ابن سید تفضل حسین
سید لائق حسین ابن سید ظہور الحق
سید محمد عقیل نقوی ابن سید ظہور الحق
سید محمد عقیل نقوی ابن سید محمد عسکری
نسیم فروہ بنت عزیز الحسن
مرزا طالب حسین ابن مرزا عاشق حسین
معشوق علی ابن عاشق علی

حمیدہ بیگم زوجہ معشوق علی
امتل حبیب زوجہ عاشق حسین
عاشق حسین ابن مشرف حسین
نرجس فاطمہ بنت مرزا طالب حسین
شمیم اختر بنت صادق علی
انوری بیگم بنت کاظم علی
اکبری بیگم بنت کاظم علی
کاظم علی
نثار علی ابن غلام علی
ضمیر حیدر ابن ظہیر حیدر
سردار بیگم زوجہ کاظم علی
سید احمد میاں زیدی راہی ابن
مولانا انوار الحسن زیدی
علامہ عرفان حیدر عابدی ابن
سید امیر عباس
نیر عابدی بنت قیصر عباس عابدی
مشرف جمال بنت سید سجاد حسین عابدی
سید محمد تقی ابن سید مصطفیٰ حسین زیدی

کہانی سننے کے آداب!

(۱) خوشبو لگایئے (۲) اپنے کھلے ہوئے سر کو ڈھانپ لیں (۳) باادب بیٹھیں اور یہ سمجھ لیں کہ آپ اس وقت جنابِ معصومہ کے حضور حاضر ہیں (۴) فضول اور لغو باتوں کو ترک کر دیں (۵) ہنسی کو ضبط کریں (۶) معجزات جو بیان کیے جا رہے ہیں اعتقاد رکھتے ہوئے خلوصِ دل سے سنیئے اور اس تبرک کو جو آپ کو تقسیم میں ملی ہے احترام کے ساتھ نوش کریں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آغازِ کہانی (پہلا معجزہ)

راوی بیان کرتا ہے کہ ایک سنارن ایک روز حسبِ معمول اپنے محلّے کے کنوئیں سے پانی بھر رہی تھی کہ یکایک شور ہوا کہ اُس کا لڑکا اس کے پڑوسی کمہار کے دہکتے ہوئے آوے میں گر گیا ہے یقین ہے کہ وہ جل کر مر گیا ہو گا۔ اس غمزدہ خبر کو سُن کر سنارن سکتہ میں آگئی اور پھر روتی پیٹتی گھر کی طرف بھاگی، وہاں کافی بھیڑ لگی ہوئی تھی واقعہ صحیح پایا کہ وہ تابِ ضبط نہ لا کر اسی جگہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ عالمِ غشی میں اس نے ایک نقاب پوش بی بی کو دیکھا جو اس سے فرماتی ہیں کہ اے نیک بخت غم نہ کھا۔ خداوندِ عالم میں سب کچھ قدرت ہے وہ مُردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے

البتہ وسیلے کی ضرورت ہے۔ تو نیت کر کہ اگر پروردگارِ عالم میرے لڑکے کو بطفیلِ جنابِ سیدہؑ اس آفتِ ناگہانی سے محفوظ رکھ کر صحیح وسالم مجھ سے ملادے گا۔ تو میں جنابِ حضرتِ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا دخترِ رسولِ خداؐ کی کہانی سنوں گی۔ چنانچہ سنارن نے عالمِ بے ہوشی میں نیت کر لی۔ جب آنکھ کھلی تو اُس نے دیکھا کہ اُس کا لڑکا باعجازِ جنابِ سیدہؑ بہ حکمِ پروردگارِ عالم صحیح سلامت اس کے پاس کھڑا ہے اور لوگ اسے حیرت سے دیکھ رہے ہیں۔ صلوٰۃ

سنارن اپنے بچے کو زندہ اور تندرست پا کر بہت خوش ہوئی فوراً بازار سے دو درہم کی شیرینی مول لے آئی اور اس کو ایک پاک و پاکیزہ مقام پر رکھ کر پڑوسیوں کے پاس گئی اور ان سے گویا ہوئی کہ خدا نے میری مراد جنابِ سیدہؑ کے طفیل میں پوری کر دی ہے میں نے کہانی کی منت مانی تھی لہٰذا حقِ ہمسایہ بھی ہے کہ تم لوگ میرے یہاں چل کر جنابِ معصومہؑ کی کہانی سُن لو میں تمہاری شکر گذار ہوں گی۔ پڑوسیوں نے جواب دیا کہ ہم کو فرصت نہیں ہے ہم اپنا وقت ضائع نہ کریں گے۔ یہ سُن کر وہ رنجیدہ گھر واپس آئی اور شیرینی لے کر روتی ہوئی آبادی سے جنگل کی طرف اس امید پر چلی کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ مل جائے اور اس کی آرزو کو پوری کر دے۔ ابھی کچھ ہی دُور چلی تھی کہ دو نقاب پوش

معظمہؑ جنھوں نے خواب میں اس کو ہدایت کی تھی اب عالم بیداری میں نظر آئیں اور فرمایا کہ اے عورت! مت رو، چادر بچھا کر بیٹھ جا میں کہانی کہتی ہوں تو غور سے سُن اور معصومہؑ پر صلوٰۃ بھیج ـ صلوٰۃ : پھر آپ نے فرمایا:۔

شہر مدینہ میں ایک یہودی رہتا تھا، اس کی لڑکی کی شادی تھی۔ سب یہودیوں نے باہم صلاح کی کہ اس موقع پر مسلمانوں کے رسولؐ کی بیٹی کو بلا کر (معاذ اللہ) رسولؐ خدا کی توہین و تذلیل کی جائے اس لیے کہ جنابِ سیدہؑ وہی پھٹے پرانے کپڑے پہن کر آئیں گی، چنانچہ اسی مشورے کے تحت وہ یہودی خدمتِ جنابِ رسولِ خدا میں حاضر ہوا اور کہنے لگا حقِ ہمسائیگی رکھتا ہوں اس لیے خواہش مند ہوں کہ آپ کی دخترِ نیک اختر جنابِ سیدہ میری لڑکی کی شادی میں میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں۔ اگر آپ ان کو شرکت کی اجازت عطا فرمائیں گے تو میری بہت بڑی عزت افزائی ہوگی۔

آپ نے فرمایا اب سیدہؑ کے مالک و مختار حضرت علیؑ ہیں تو اُن سے اپنی خواہش بیان کر، یہودی یہ سُن کر خدمتِ جنابِ امیر علیہ السّلام میں حاضر ہوا اور اپنی اس خواہش کو بیان کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جنابِ سیدہؑ اس امر کی خود مالک ہیں، چنانچہ یہودی نے درِ جنابِ معصومہؑ پر آواز دی کہ اے بنتِ رسولؐ میری لڑکی کی شادی ہے چاہتا ہوں کہ آپ بغرضِ شرکتِ شادی تشریف لائیں اور میری عزت افزائی فرمائیں۔ وہاں سے

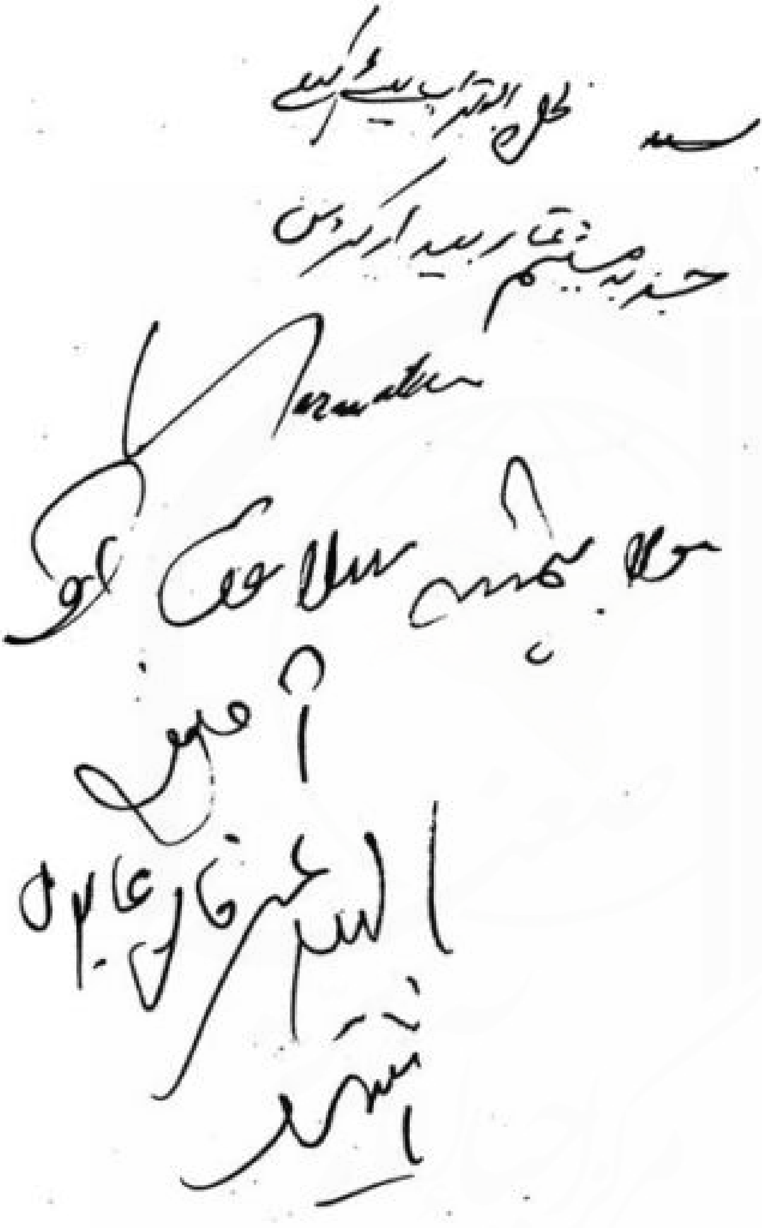
جواب ملائکہ میں جناب امیر علیہ السلام سے اجازت حاصل کرلوں تو تجھے جواب دوں، یہودی نے کہا کہ میں آپ کے بابا جان جناب رسولِ خداؐ اور اور آپ کے شوہر جناب شیرِ خداؑ کی خدمت میں اولاً حاضر ہو چکا ہوں، ان دونوں نے آپ ہی کو مختار کیا ہے۔ جنابِ سیّدہؑ یہ سُن کر کچھ فکرمند ہوئیں کہ اتنے میں جنابِ رسولِ خداؐ تشریف لائے، بیٹی کو متفکر دیکھا، افسردگی کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا باباجان ایک یہودی اپنی لڑکی کی شادی میں میری شرکت کی تمنا لے کر آیا ہے۔ اب آپ جو حکم دیں۔ آپنے فرمایا کہ بیٹی تم کو اختیار ہے۔ جنابِ سیّدہؑ نے عرض کیا کہ باباجان! اس شادی میں میری شرکت آپ کی شایانِ شان نہ ہوگی، وہاں پر سب مضحکہ اڑائیں گے اس لیے کہ ان کی عورتیں لباسِ فاخرہ اور بہترین زیورات پہنے ہوئے ہوں گی اور میرے پاس وہی پھٹے پرانے کپڑے جس میں جابجا خرمے کے پتوں کے پیوند لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ پارۂ جگر! جو خدا کی مرضی۔ تم اسی حالت میں جاؤ، لہٰذا جنابِ سیّدہؑ جانے کے لیے تیار ہو گئیں قطعی یہ خیال نہ کیا کہ ان کے کپڑے پیوند دار ہیں۔ خدا کب یہ گوارا کرتا کہ اس کے محبوب کی توہین ہو چنانچہ جنابِ معصومہؑ ابھی ڈیوڑھی تک بھی نہ پہونچی تھیں کہ بحکم الٰہی حورانِ جناں مع لباسِ فاخرہ و زیوراتِ مرصع کے حاضرِ خدمت ہوئیں اور جگر گوشۂ رسولؐ کو خلعت اور زیوراتِ

جنتی سے آراستہ کیا اور پھر جناب معصومہؑ کو محافۂ جنتی میں سوار کر کے لطور
کنیزانِ کمترین کچھ حوریں دائیں کچھ بائیں کچھ آگے اور کچھ پیچھے محافہ کو
اپنے جلو میں لیے ہوئے بصورتِ انسان یہودی کی ہمراہی میں اس کے گھر
کی طرف روانہ ہوئیں جس طرف سے جناب سیدہ کی سواری گذرتی تھی اس طرف
کی فضا معطر ہو جاتی تھی، لوگ حیران ہو ہو کر یہودی سے پوچھتے تھے کہ
یہ کس کی سواری ہے؟ اور کہاں جا رہی ہے؟ اور وہ فخریہ ہر ایک دریافت
کرنے والے کو یہ جواب دیتا جاتا تھا کہ یہ مسلمانوں کے رسولؐ کی لختِ جگر کی
سواری ہے جو میری بیٹی کی شادی کی شرکت میں میرے گھر تشریف لیے جا رہی ہیں
جب جناب سیدہ بہ ایں تجمل و وقار یہودی کے مکان میں پہونچیں تو
آپ کے نور سے اس کا سارا مکان منور ہو گیا اور ایسی خوشبو دُور دُور تک
فضا میں پھیلی کہ ویسی خوشبو کسی نے کبھی آج تک نہ سونگھی تھی، وہاں پر
جتنی یہودی عورتیں تھیں جناب سیدہ کی یہ شان و شوکت دیکھ کر مارے حسد
کے بے ہوش ہو گئیں، تھوڑی دیر کے بعد سب عورتیں تو ہوش میں آگئیں
مگر دلھن کو ہوش نہ آیا، عورتوں نے دُلھن کو دیکھا تو حیرت میں آگئیں اس لیے
کہ وہ مری ہوئی پائی گئی یہ دیکھ کر وہ شادی کا گھر ماتم کدہ بن گیا جناب
سیدہ کو بہت تشویش ہوئی، آپ نے ہر ایک کو تسلی و دلاسہ دے کر فرمایا
کہ خدا سے لَو لگاؤ اس کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے اس کے نزدیک

مردے کو زندہ کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تمام زنانِ یہود نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم نے تو آج تک کسی مردے کو زندہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جو دلہن مر کر زندہ ہو جائے گی کہ آپ نے ایک لوٹے میں پانی طلب کر کے وضو کیا، اور دو رکعت نمازِ حاجت پڑھ کر بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا ہوئیں کہ اے میرے معبود! تجھے واسطہ ہے تیری عظمت اور تیرے رسولؐ کا۔ مولا سے

صدیقہ نام رکھا ہے تو نے بتولؑ کا جھوٹا نہ کیجیو مجھے صدقہ رسولؐ کا

تیری کنیز تیرے رسولؐ کی بیٹی ہے میری عزت تیرے ہاتھ ہے لوگ کہیں گے کہ سیدہؑ کے آتے ہی دلھن ختم ہو گئی اس کو دوبارہ خلعتِ حیات عطا فرما۔ ہنوز دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ دلھن کلمۂ شہادت پڑھتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ صلوٰۃ ۔ اور گویا ہوئی کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے اور آپ کے والدِ ماجد اس کے سچے اور آخری رسولؐ ہیں۔ آپ مجھے اسلام کی تعلیم فرمائیں۔ چنانچہ جنابِ سیدہؑ کا یہ اعجاز دیکھ کر دلھن کے ساتھ ہی اور دیگر پانچسو زن و مرد یہود مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کو سبھوں نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا اور ایک زنِ یہود کو جو اب مسلمان ہو چکی تھی آپ کی کنیزی میں دیا جس کا نام ام جبیبہ تھا۔ جب آپ شاداں و فرحاں اپنے دولت خانہ پر واپس تشریف لائیں اور اپنے پدرِ بزرگوار سے اس واقعہ کو فرمایا تو آپ بہت زیادہ خوش ہوئے اور سجدۂ شکر بجا لائے۔



التماس سورۂ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب



جنابِ سید صادق علی نقوی مرحوم

ابنِ سید عاشق حسین نقوی مرحوم

الملتمس

سوگواران

سید ناطق علی نقوی ــــ سید راشد علی نقوی

سید غلام مصطفیٰ نقوی

برادران و اہلِ خاندان

۱۵ اگست ۹۹ء

مجلسِ چہلم